415

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،5۔دسمبر2013

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ آبپاشی)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

"امن وامان پر عام بحث جاری رہے گی"

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا پانچواں اجلاس

جمعرات،5۔دسمبر 2013

(یوم الخمیس،یکم صفر المظفر 1435ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 40 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ
الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ
تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ
وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾
نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ﴿۳۲﴾

سُوۡرَۃُ حٰمٓ السجدۃ آیات 30 تا 32

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ (30) ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے (موجود ہو گی) (31) (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے (32)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسولِ مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسولِ مقبول ﷺ

گزر ہو جائے میرا بھی اگر طیبہ کی گلیوں میں
تو ساری زندگی کر دوں بسر طیبہ کی گلیوں میں
ہوائیں رحمتِ حق کی وہاں چلتی ہیں روز و شب
برستا نور ہے شام و سحر طیبہ کی گلیوں میں
جدھر دیکھی اُسی ماہِ مبیں کی چاندنی دیکھی
جمالِ مصطفیٰ ؐ آیا نظر طیبہ کی گلیوں میں
محمد مصطفیٰ ؐ کے عشق میں ہر آنکھ پُرنم ہے
یہ دیکھا ہے محبت کا اثر طیبہ کی گلیوں میں
درود ان پر سلام ان پر سلام ان پر درود ان پر
وظیفہ ہو یہی شام و سحر طیبہ کی گلیوں میں

سوالات

(محکمہ آبپاشی)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج کے ایجنڈے پر محکمہ آبپاشی سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔پہلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔سوال نمبر بولئے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال نمبر 81 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب میں نہری پانی کی تقسیم کا طریق کار و دیگر تفصیلات

*81: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) پنجاب میں نہری پانی کی تقسیم علاقائی / ضلعی سطح پر کس طرح طے کی گئی ہے؟

(ب) نہری پانی کی تقسیم کون سی اتھارٹی کرتی ہے اور اس اتھارٹی کی تشکیل کون اور کس اختیار کے تحت کرتا ہے نیز یہ اتھارٹی کتنے عرصہ کے لئے تشکیل پاتی ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) چونکہ پنجاب کی نہریں مختلف علاقوں اور اضلاع کو سیراب کرتی ہیں لہذا پانی کی تقسیم علاقائی / ضلعی سطح پر نہیں کی جاتی بلکہ یہ تقسیم ہر کینال سسٹم کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔حکومت پاکستان نے تمام صوبوں کی مشاورت سے 1991 میں سندھ طاس کے دریاؤں کے پانی کی تقسیم کا واٹر ریکارڈ منظور کیا تھا۔اس ریکارڈ پر عملدرآمد کے لئے انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (ارسا) تشکیل دی گئی جس میں ہر صوبے اور وفاق کا ایک ایک نمائندہ مقرر ہے۔ارسا ہر سال ہر فصل یعنی خریف اور ربیع کے لئے پانی کا تخمینہ طے کرتی ہے اور واٹر ریکارڈ کے مطابق ہر صوبے کا حصہ مقرر کرتی ہے۔چنانچہ پنجاب میں پانی کی نہری تقسیم اس حصے کے مطابق کی جاتی ہے۔ہر نہر کا حصہ اس کے 82-1977 کے اوسط استعمال کے مطابق کیا جاتا ہے۔اس بنیاد پر پنجاب کی تمام نہروں کے چلانے کا پروگرام مرتب کیا جاتا ہے جو کہ محکمہ زراعت پنجاب

اور محکمہ نہر کے چیف انجینئر صاحبان کو اس استدعا کے ساتھ بھیجا جاتا ہے کہ اس پروگرام کا کاشتکار تنظیموں سے مشورہ کیا جائے اور اگر کسی ترمیم کی ضرورت ہو تو محکمہ آبپاشی کو مطلع کیا جائے تاکہ اس پروگرام میں مناسب تبدیلی کی جا سکے۔ اس پروگرام پر عملدرآمد کے دوران بھی اگر کسی علاقے / ضلع سے کسی تبدیلی کی تجویز موصول ہو تو اس پر مناسب کارروائی کی جاتی ہے۔

(ب) پنجاب میں پانی کی تقسیم کے لئے محکمہ آبپاشی میں ایک ڈائریکٹوریٹ آف ریگولیشن مستقل بنیاد پر قائم ہے جو ہر روز دریاؤں اور ڈیموں میں پانی کی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے پنجاب کی نہروں میں مساوی بنیادوں پر پانی کی تقسیم کی نگرانی کرتا ہے نیز روزانہ کی بنیاد پر ارسا سے رابطے میں رہتا ہے تاکہ پنجاب کو پانی کے مقررشدہ حصے کی دستیابی کو ممکن بنایا جائے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ بہاولپور ڈویژن میں چولستان 66لاکھ ایکڑ رقبے پر مشتمل ہے۔ ماضی میں پورے چولستان کے اندر پانی کی availability تھی، دریا گھاگرا یہاں بہتا تھا، یہ lush green تھا، یہاں پر فصلیں اور سب کچھ ہوتا تھا۔ جب پانی کی تقسیم ہندوستان سے ہوئی تو دریا بھی رک گیا اس کے نتیجے میں دریائے ستلج بھی ہمارے ہاتھ سے چلا گیا۔ اب پورے 66لاکھ ایکڑ کے رقبے میں تھوڑی سی sweet water کا belt ہے اور باقی سب brackish water ہے۔ میں اس بات کو یہاں ایوان کے floor پر کرنا چاہتا ہوں اور ابھی میں منسٹر صاحب سے بھی بات کر رہا تھا۔ جب میں 93-1990 کی اسمبلی میں تھا تو غلام حیدر وائیں صاحب نے ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں، میں بھی شامل تھا۔ اس میں ہم نے بہت کوشش کی اور دو چیف انجینئر بھی بیٹھے کہ چولستان کے لئے پانی کیسے آئے؟ ultimately یہ فیصلہ ہوا تھا اور کمیٹی کی تجویز تھی کہ جب تک کالاباغ ڈیم نہیں بنتا تو یہ پانی چولستان کو نہیں مل سکے گا۔ میں اس میں تجویز کروں گا کہ اب باتیں دوبارہ اخبارات میں اُٹھ رہی ہیں اور ہمیں مل بیٹھ کر اس کے لئے کوئی لائحہ عمل بنانا چاہئے۔ انرجی کی shortage بھی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ تو آپ کی تجویز ہو گئی۔ میں ضمنی سوال کا کہہ رہا ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیر موصوف اس کالاباغ ڈیم کی construction کے حوالے سے پنجاب کی سطح پر دوسرے صوبوں سے افہام و تفہیم کے لئے کوئی اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! گو کہ اس ضمنی سوال کا جواب نہیں بنتا لیکن پھر بھی میں بتاتا ہوں کہ پنجاب حکومت ہمیشہ کالاباغ ڈیم کے حق میں رہی ہے اور ہم نے ہر سطح پر اس کے لئے آواز بلند کی ہے۔ ہم کالاباغ ڈیم کو پاکستان کی life and death سمجھتے ہیں کہ اگر کالاباغ ڈیم نہ بنایا تو future کے اندر پاکستان کی زمینیں غیر آباد ہو جائیں گی۔ ہم اس کے لئے ہر فورم پر کوشش کر رہے ہیں اور اس کے اندر کچھ political مشکلات ہیں جو نہی وہ political مشکلات ختم ہو جائیں گی، اس پر سب سے زیادہ اعتراض KPK کی طرف سے آتا ہے جہاں پر ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی پارٹی اور PTI کی حکومت ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ یہ اپنی حکومت کو بھی اس بارے میں مشورہ دیں گے کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں تاکہ ہم کالاباغ ڈیم بنانے کے لئے پیشرفت کر سکیں۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب! اب بال آپ کے کورٹ میں آ گئی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ سراج الحق صاحب KPK میں فنانس کے منسٹر بھی ہیں اور سینئر منسٹر بھی ہیں میں نے ان سے اس حوالے سے بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ پر بات چیت کے لئے گنجائش رکھتے ہیں۔۔۔

MR SPEAKER: Very good.

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اب بات یہ ہے کہ یہ بھی تحرک کریں اور ادھر سے ہم بھی کرتے ہیں تاکہ ایک لائحہ عمل طے ہو اور پھر صوبہ سندھ سے بعد میں بات کی جا سکتی ہے لیکن اس پر serious آغاز کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس حوالے سے ایک اچھا موقع بنتا ہے کہ KPK کے اندر جماعت اسلامی اور PTI کی حکومت ہے اور تھوڑا سا اس حوالے سے نرم گوشہ موجود ہے۔ راستہ نکالا جا سکتا ہے بشرطیکہ اب serious effort شروع کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر سید وسیم اختر کا بڑا اہم اور حالات کے مطابق ضمنی سوال تھا چونکہ یہاں پر پنجاب کے اندر ان کی اپوزیشن ہے اور ایک صوبے کے اندر ان کی حکومت

بھی ہے تو کیا وزیر موصوف سمجھتے ہیں کہ پنجاب اسمبلی کی کوئی ایسی کمیٹی تشکیل دی جاسکتی ہے جو جہاں پر اُن کی حکومت ہے ان سے جاکر مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے حالات کو سازگار بنائے اور اگر KPK کے اندر ڈیم کو بنانے کی آواز اٹھتی ہے تو یہ میں سمجھتا ہوں کہ جو باقی صوبوں کی حکومتیں ہیں یقیناً وہ اتنے بڑے مسائل کھڑے نہیں کریں گی۔ کیا اس طرح کی کوئی provision ممکن ہے کہ اس ایوان کی کمیٹی بنے جس کے اندر اپوزیشن کا main role ہو اور وہ وہاں پر موجودہ حکومت سے بات چیت کرے اور بات چیت کے ذریعے ہی اس عمل کو آگے بڑھائے؟

جناب سپیکر: وہ volunteer ہیں۔ میرے خیال میں وہ اس کو خود بخود کر لیں گے بجائے اس کہ میں کوئی کمیٹی بناؤں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یقیناً اگر یہ اپنے طور پر ذمہ داری لے لیتے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔

جناب سپیکر: یقیناً شاہ صاحب! یہ کام ضرور کریں گے۔ مجھے امید واثق ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اگر میاں محمود الرشید صاحب اس حوالے سے کچھ فرما دیں تو یقیناً دس کروڑ عوام کی نمائندگی بھی ہو گی اور ان کے اپنے جذبات جو کالا باغ ڈیم کے حوالے سے ہیں، جو آج اس صوبے کی نہیں بلکہ پورے پاکستان کی ضرورت ہے اگر وہ بھی اس پر کچھ فرمائیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ گو کالا باغ ڈیم خاص طور پر energy crisis اور پانی کی shortage کے حوالے سے ایک انتہائی اہم منصوبہ تھا اور ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اس پر قومی اتفاق رائے نہ ہو اس وقت تک اس پر اس انداز سے نہ تو کام شروع ہو سکتا ہے، اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے اگر پنجاب کی طرف سے کوئی initiative لیا جاتا ہے تو KPK کی حکومت کے ساتھ ایک سنجیدہ بات چیت کی جاسکتی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ادھر سے بھی سنجیدگی ہو اور efforts کی جائیں۔ پھر ہم ان کو میرٹ پر convince کرنے کی کوشش کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قومی وحدت و یکجہتی سب سے زیادہ ضروری ہے، یہ کالا باغ ڈیم سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ جس طرح سے ہمارا یہ خیال ہے کہ کالا باغ ڈیم کی بجلی اور پانی کے حوالے سے اس صوبے کی نہیں بلکہ پورے ملک کی ضرورت ہے۔ اس طرح جو دیگر صوبے ہیں ان کے اس پر بڑے serious قسم کے اعتراضات اور concern ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کاش! آج سے دس بیس سال پہلے یہ منصوبہ

شروع ہوتا تو آج تک پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا۔اب یہ politicize ہو گیا ہے۔اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ دیگر صوبوں کے اندر یہ اتنا بڑا issue بن گیا ہے کہ اگر اس پر ایک سنجیدہ کوشش کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ہم اپنے بھائیوں کو بھی convince کرنے کی کوشش کریں،وہاں کی اسمبلی کے ممبران کو بھی convince کرنے کی کوشش کریں اور حکومت کو بھی convince کرنے کی کوشش کریں۔ KPK اور صوبہ پنجاب اگر دونوں مل کر اس پر convince ہوتے ہیں تو پھر صوبہ سندھ سے بھی بات کی جا سکتی ہے اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر initiative لیا جا سکتا ہے۔میں اس کی قطعی طور پر مخالفت نہیں کرتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اتفاق رائے کے بغیر اس طرح کی بات آگے نہیں بڑھ سکتی۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی،بہت شکریہ

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر!۔۔۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: حضرت! مجھے ذرا ان کی بات سن لینے دیں۔جی، منسٹر صاحب! فرمائیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! ابھی جو بات سوال سے آگے چل پڑی ہے تو آپ نے دیگر حضرات کو بھی بات کرنے کا موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومتی مؤقف بڑا clear ہے منسٹر صاحب نے اس پر اپنا واضح بیان جاری کیا ہے لیکن جیسے قائد حزب اختلاف نے ابھی بات کی ہے کہ اس پر consensus ہونا چاہئے تو پنجاب حکومت کی بھی یہی رائے ہے کہ consensus کے بغیر آگے نہیں بڑھنا چاہئے لیکن جیسا کہ میاں نصیر احمد صاحب نے بڑی اچھی تجویز دی ہے کہ اگر ہماری اپوزیشن جو PTI سے تعلق رکھتی ہے وہ اس میں تھوڑی سی help کرے کہ ہمارے ساتھ ملیں اور ہم مل کر اس کو کمیٹی کی صورت میں یا اپنے طور پر جا کر بات کرنا چاہیں تو یہ بات آگے چل سکتی ہے اور وہاں پر consensus built ہو سکتا ہے اس کے لئے پنجاب حکومت پوری طرح تیار ہے اور اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کیونکہ یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، میرے خیال میں، میں، منسٹر ملک ندیم کامران، قائد حزب اختلاف،، ڈاکٹر سید وسیم اختر اور جناب محمد سبطین خان سب مل بیٹھیں گے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں بھی اس کمیٹی میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! مجھے بھی شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، میاں نصیر احمد صاحب اور میاں محمد رفیق صاحب بھی آ جائیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! کہاں آ جائیں؟

جناب سپیکر: بس! جب میں بلاؤں گا تو آپ آ جانا، ہم سب اس پر بیٹھ کر بات کریں گے۔ یہ کمیٹی نہیں ہے بلکہ اس پر ویسے بات کریں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! date اور time بتا دیں؟

جناب سپیکر: جی، date اور time میں بتا دوں گا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس پر ضروری نہیں ہے کہ کمیٹی ہی announce کی جائے اگر آپ کے چیمبر میں ہی بیٹھ کر اس کا کوئی positive solution نکل آتا ہے تو بعد میں اس کی باقاعدہ شکل بھی بنائی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: ہو سکتا ہے کہ کل نماز جمعہ کے بعد ہی ہم اس معاملہ کو دیکھ لیں۔

میاں نصیر احمد: شکریہ

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میری عرض سُن لیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرمائیں!

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہ رہی ہوں کہ یہ جو آپ نے کالا باغ ڈیم کی بات کی ہے، یہ معاملہ آپ کے یا میرے کمیٹی میں بیٹھنے سے یا ہمارے consensus develop کرنے سے حل نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ ذمہ داری وفاق کی ہے ،وفاق کو چاروں یا پانچوں صوبائی اسمبلیوں۔۔۔

جناب سپیکر: جب ہم بیٹھیں گے تو یہ ساری چیزیں سامنے آئیں گی اور ان چیزوں پر بھی غور ہو گا۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! تمام وزرائے اعلیٰ کو بٹھائیں اور وہ اپنی اپنی اسمبلیوں میں consensus develop کریں۔

جناب سپیکر: جی، پہلے ہم خود تو بیٹھ لیں۔ ہم خود تو اپنا consensus develop کر لیں اس کے بعد ہی وزرائے اعلیٰ کو کہیں گے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، اُدھر سے حضرت صاحب پتا نہیں کیا فرما رہے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں جو کہوں گا سچ کہوں گا اور معقول بات کہوں گا۔ rational and relevant.

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں سندھ طاس معاہدہ کا بھی ذکر ہے۔

جناب سپیکر: آپ سے پہلے کسی نے اس کی مخالفت کی ہے؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ تو آپ سُن لیں۔ میں اعتراض نہیں کر رہا، میں تو ہمیشہ سے حمایت کرتا ہوں۔ اسمبلی میں کالا باغ ڈیم پر میں ہی بولا ہوں، پچھلے سیشن میں بھی میں نے بات کی تھی۔

جناب سپیکر: اب تو سارے ہی بولے ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ابھی بول رہے ہیں جب پچھلے اجلاس میں اعتراض ہوا تھا تو کوئی نہیں بولا تھا۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ ضمنی سوال کریں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال سُن لیں۔ اس سوال کے جواب میں سندھ طاس معاہدہ کا بھی ذکر ہے، اس میں ارسا کا ذکر بھی ہے، اس میں نہری پانی کا 82-1977 کے اوسط استعمال کے مطابق تقسیم کرنے کا بھی ذکر ہے، چیف انجینئرز کا بھی ذکر ہے، کاشتکار تنظیموں سے پوچھے جانے کا بھی ذکر ہے لیکن ان سب کے باوجود میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب اور سندھ میں پانی کی تقسیم غیر منصفانہ ہے۔ اس پر کوئی دن یا وقت مختص کر کے سیر حاصل بحث کی جانی چاہئے۔ کالا باغ ڈیم اور پنجاب کی مختلف نہروں پر جو واٹر الاؤنس کی تقسیم ہے، کہیں brackish zone ہے، کہیں sweet zone ہے، 82-1977 کے اوسط استعمال کی بنیاد پر پانی کی یکساں تقسیم ہونی چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: حضرت! میری بات سُنیں۔(قطع کلامیاں)
دیکھیں، میری بات سُنیں۔یہ آپ کے اختیار کی بات نہیں ہے اس معاملہ نے national level پر جانا ہے، وہاں سے اس کا فیصلہ ہونا ہے۔ ہم بیٹھیں گے، اپنی تجاویز بنائیں گے اس کے بعد اس کو جہاں جہاں جس مقام پر جانا ہے اس کے لئے کوئی طریق کار طے کریں گے۔ مہربانی۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! میری ایک عرض سُن لیں۔

جناب سپیکر: آپ نے ضرور بیچ میں بولنا ہوتا ہے، کیا یہ ضروری ہے؟

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! میں بھی تو ایم پی اے ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، آپ ایم پی اے ہیں۔ابھی آپ تشریف رکھیں۔ میں ان کی بات سُن رہا ہوں۔ جی، میاں محمد رفیق!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ایک جملے میں اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، کریں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! چونکہ 82-1977 کے بعد بے شمار زمینیں آباد ہوئی ہیں، باغات کو پانی ملا ہے، un-command areas جو ہیں وہ command ہوئے ہیں۔اب وہاں پر پانی کی اور نہروں کی ضرورت بڑھ گئی ہے اس لئے وہاں پانی کی از سر نو تقسیم ہونی چاہئے لہذا میں یہ مطالبہ کر رہا ہوں کہ ایوان میں اس پر بحث کے لئے وقت مختص کیا جائے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان: جناب سپیکر! میری عرض بھی سُن لیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں، اگر آپ کا حلقہ بھی ہے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آ جائیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں لوں گا۔کیا آپ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

سردار شہاب الدین خان: جی،

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میں بھی ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال آپ کریں گے یا یہ کریں گے؟ بتائیں۔ چلیں ڈاکٹر صاحب کو بات کرنے دیں۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان: جناب سپیکر! میں یہ بات ممبران اسمبلی کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہاں پر اچھا خاصا کام ہوا ہے، روڈ بن گئے ہیں، کالونیاں بنی ہوئی ہیں لیکن وہ بالکل برباد ہو رہی ہیں تو بات وہی ہے جو ہمارے قائد حزب اختلاف نے کہی کہ اس پر consensus ہونا چاہئے اچھی بات ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ ملک میں انرجی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یہ ایک انتہائی اہم منصوبہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، ان کو بھی ساتھ رکھیں، اس دن آپ بھی تشریف لائیں گے۔ میاں محمد رفیق صاحب بھی اس میٹنگ میں آئیں گے ان کا نام بھی لکھ لیں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جب اپوزیشن کی طرف سے سوال آتا ہے تو ہمیں اس پر بات کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ ہم ضمنی سوال کر سکیں۔ حکومتی ممبران اس کو جان بوجھ کر ہائی جیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور آخر میں جو باتیں سوال سے متعلقہ نہیں ہوتیں وہ کر کے وقت ضائع کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنا ضمنی سوال کریں، مجھے advice نہ کریں۔ مہربانی۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! چیف انجینئر صاحب کے ساتھ کاشتکار تنظیموں کے مشورے کے لئے استدعا کی جاتی ہے تو میرا وزیر موصوف سے ضمنی سوال یہ ہے کہ اس season میں کتنی meetings کاشتکار تنظیموں کے ساتھ ہوئی ہیں، کون کون سی ہوئی ہیں اور اس میں کیا کیا تجاویز آئی ہیں؟

جناب سپیکر: یہ جو آپ نے پہلے تجاویز سُنی ہیں یقیناً یہی ہوں گی۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! کینال ڈویژن کی سطح پر ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے جس کے اندر ایکسئن اریگیشن ہوتا ہے، ایگریکلچر کا نمائندہ ہوتا ہے اور وہاں کی جو بھی کسان تنظیمیں ہوں ان کا ایک نمائندہ ہوتا ہے یہ آپس میں وہاں پر پانی سے متعلقہ معاملات طے کر کے ڈائریکٹر ریگولیشن کو بتاتے ہیں تو اس کے مطابق وہ پانی کی کمی بیشی کا حساب کرتے ہیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: اب آپ نے کتنے ضمنی سوال کرنے ہیں؟ اس پر پانچ، چھ ضمنی سوال ہو چکے ہیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! آخری ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس پر کافی بات ہو گئی ہے۔

سردار شہاب الدین خان : جناب سپیکر !میں وزیر موصوف سے یہ عرض کروں گا کہ جواب میں بتایا گیا ہے کہ محکمہ آبپاشی پنجاب کی نہروں میں مساوی بنیادوں پر پانی کی تقسیم کی نگرانی کرتا ہے۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جی، سردار صاحب!

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میرے علم میں آیا ہے کہ پنجاب کی نہروں میں پانی کی مساوی تقسیم نہیں ہے۔ کیا وزیر موصوف اس کی وضاحت فرمائیں گے کہ پنجاب کی تمام نہروں میں پانی کی مساوی تقسیم سے کیا مراد ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! یہ بات درست ہے کہ پنجاب کی تمام نہروں میں پانی کی مساوی بنیادوں پر تقسیم کی جاتی ہے۔ جو ڈیزائن ڈسچارج جہاں پر متعین ہے اس کے مطابق اگر پانی پورا ہو تو دیا جاتا ہے اور اگر پانی میں کمی ہو تو اسی ratio سے تمام نہروں میں مساوی پانی تقسیم کیا جاتا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

MR SPEAKER: No supplementary question on it. Thank you very much.

اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر کا ہے۔ سوال نمبر بولئے گا۔

DR SYED WASEEM AKHTAR: Mr. Speaker! Question No. 82.

Question is taken as read but answer is not available.

جناب سپیکر: میں نے خود اس کا جواب واپس بھیجا تھا کیونکہ جب میں نے اس کا جواب پڑھا تو میری اس پر تسلی نہیں تھی، میں نے اس کو withdraw کر کے واپس بھیج دیا ہے۔ اس کو pending کریں

گے۔وزیر موصوف صاحب!جب دوبارہ محکمہ آبپاشی کے سوالات کی باری آئے گی تو آپ کو اس کا جواب درست طور پر لے کر آنا ہو گا۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! جی، انشاء اللہ تعالیٰ پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ) کی طرف سے ہے۔ سوال نمبر بولئے گا۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال نمبر 646 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع سیالکوٹ: نہر کنارے کو پختہ کرنے کی تفصیلات

*646: جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پی پی۔130 ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں نہر کے کنارے پر جوڈیشل کمپلیکس تعمیر کیا گیا ہے جبکہ نہر کا کنارہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کی stone pitching کی جانا ضروری ہے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ کمپلیکس پر نہر کے کنارے stone pitching اور کنارے کو پختہ کرنے اور حفاظتی دیوار بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) یہ درست ہے کہ بی آر بی ڈی لنک کینال برجی نمبر 300+22 سے 800+23 تک بائیں پٹڑی کے کنارے کے ساتھ جوڈیشل کمپلیکس تعمیر ہے اور اس جگہ نہر کی بائیں پٹڑی پر تین جگہوں پر مویشیوں کی آمدورفت سے "Berm" نہ ہونے کی وجہ سے گھاٹ بن گئے ہیں جن کی مرمت مستقبل قریب میں کر دی جائے گی۔

(ب) اس جگہ پر نہر کے ٹوٹنے کا کوئی خطرہ نہ ہے۔ کیونکہ نہر cutting یعنی زمین کی سطح سے نیچے کھدائی میں ہے۔

(ج) پسرور لنک ڈویژن سیالکوٹ رواں مالی سال 14-2013 میں گھاٹ سائٹ کو مٹی ڈال کر اور bamboo bushing کر کے مضبوط کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں بتایا گیاہے کہ وہاں پر stone pitching کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نہر زمین کے اندر ہے۔ میرے خیال میں پورے پنجاب کے نہری نظام میں سب کی سب نہریں زمین کے اندر ہی ہیں اور یہ اس بات کو admit کرتے ہیں کہ وہاں پر مرمت کر دیں گے۔ دیوار کی بابت میں نے گزارش کی ہے اگر یہ stone pitching نہیں کر سکتے تو اس سے پہلے ڈسکہ میں کئی دفعہ ویگنیں، کاریں، اور بڑی گاڑیاں نہر کے کنارے کوئی دیوار یا preventive measures نہ ہونے کی وجہ سے گر چکی ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ اگر یہ stone pitching نہیں کر سکتے تو وہاں پر کم از کم دو کلو میٹر کے فاصلے پر جوڈیشل کمپلیکس ہے، لائرز چیمبر ہیں اور دوسری رہائشی آبادیاں ہیں اور یہ کینال ایکٹ میں بھی شامل ہے کہ جہاں پر پختہ سڑک بنائیں گے وہاں پر نہر کے کنارے دیوار بنانا ضروری ہے۔ یہ کینال ایکٹ میں شامل ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ کم از کم تین کلو میٹر کے علاقے تک وہاں تین تین فٹ تک کی دیوار تعمیر کر دیں تاکہ نہر میں جو ویگنیں اور گاڑیاں گرتی ہیں آئندہ اس طرح کے حادثات سے بچا جا سکے۔

جناب سپیکر: پیسے آپ کو بھی ملتے ہوں گے، آپ یہ کام کروالیں۔ جی، وزیر موصوف!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! محکمہ کے technical experts نے ان تینوں جگہوں کا معائنہ کیا ہے اور انہوں نے وہاں پر technically bamboo bushing کو بہتر قرار دیا ہے کیونکہ یہ نہر cutting کے اندر ہے، filling کے اندر نہیں ہے تو اس کو پُر کرنے کے لئے bamboo bushing ایک سستا طریقہ ہے اور یہ silt جو آتی ہے وہ پھر یہاں پر deposit ہونا شروع ہوتی ہے اور پھر یہ جو یہاں پر گھاٹ بنا ہوتا ہے یہ پُر ہو جاتا ہے۔ اب ان کا حکم ہے کہ یہاں پر stone pitching کی جائے۔ محکمہ اسے unnecessary سمجھتا ہے چونکہ یہ سوا کروڑ روپے کا منصوبہ ہے جبکہ bamboo bushing سے یہ منصوبہ سوا لاکھ روپے میں مکمل ہو جائے گا اور انشاءاللہ تعالیٰ ہم اسی سال میں یہ منصوبہ مکمل کر کے اس جگہ کو fill کر دیں گے۔

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ): جناب والا! میری گزارش ہے یہ کہتے ہیں کہ یہ پسرور لنک ڈویژن ہے حالانکہ یہ بی آر بی لنک ڈویژن ہے۔ میرا سوال بھی وہیں کا وہیں ہے، یہ جو bamboo bushing کرنا چاہ رہے ہیں یہ تو پٹڑی کو محفوظ بنانے کی خاطر ہے، وہاں سے جو ٹریفک گزرتی ہے اس سے عوام کو

تکلیف ہوتی ہے، وہاں پر جوڈیشل کمپلیکس، لائرز چیمبرز اور لائرز کمپلیکس موجود ہیں۔اس کے علاوہ وہاں پر رہائشی آبادیاں بھی موجود ہیں اور انہوں نے اس لئے پختہ سڑک تعمیر کی ہوئی ہے۔اب یہ دیوار کی بات کرنے کی بجائے bamboo bushing کی بات کر رہے ہیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! یہ سڑک محکمہ انہار نے نہیں بنائی اور محکمہ انہار کا یہ کام نہیں ہے کہ وہاں پر پختہ سڑکیں بنائے۔یہ سڑک جس محکمہ نے بنائی ہے اگر یہ دیوار بنوانا چاہتے ہیں تو یہ بھی اسی محکمہ سے بنوالیں، اگر یہ خوبصورتی چاہتے ہیں تو ٹی ایم اے سے رابطہ فرمالیں ورنہ اپنے فنڈ سے دیوار بنوالیں۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! یا تو وزیر موصوف کینال ایکٹ میں ترمیم کر لیں کیونکہ اس میں ایک سیکشن ہے کہ جہاں پر یہ پختہ سڑک بنے گی، اگر کوئی اور ڈیپارٹمنٹ بھی سڑک/دیوار بنانا چاہے گا تو یہ اس کو پہلے اجازت دیں گے اس لئے میری گزارش ہے کہ یہ یا تو کینال ایکٹ میں ترمیم کروالیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔جی، وزیر موصوف!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! انہیں اسی محکمہ سے رجوع کرنا چاہئے جنہوں نے یہ سڑک بنائی ہے۔میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ یہ سڑک بنانا ہمارا کام نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے محکمہ نے NOC جاری کیا ہے، آپ کے NOC کے بغیر تو یہ سڑک نہیں بن سکتی؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب والا! NOC ہم نے سڑک پختہ کرنے کے لئے ضرور جاری کیا ہے۔

جناب سپیکر: پھر اس کی ذمہ داری بھی آپ پر آتی ہے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! اس میں دیوار کی۔۔۔

جناب سپیکر: ایسا نہ کریں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب والا! ہمارا محکمہ یہ سمجھتا ہے کہ دیوار کی provision کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ): میں نے تین دفعہ آپ کی وساطت سے یہ گزارش کی ہے۔ وہاں پر ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے کہ وہاں پر بیس بچیاں فوت ہو گئی ہیں، ایک دفعہ دس آدمی نہر میں گرنے سے فوت ہو گئے ہیں، وہاں پر نہر کا کوئی کنارہ ہی نہیں ہے، درخت تک نہیں ہے اگر یہ دو یا تین کلو میٹر تک دیوار بنا دیں یا متعلقہ محکمہ کو کہہ دیں تو زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ کینال ایکٹ میں یہ بات شامل ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر وہاں کچھ نہیں ہو گا۔ یہ تو سوال گندم جواب چنا والی بات ہے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! ہم اس جگہ کو examine کروا لیتے ہیں اگر وہاں پر دیوار کی ضرورت ہو گی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ بات کا غصہ نہ کریں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): نہیں، نہیں۔ آپ میری عرض سن لیں۔

جناب سپیکر: آپ پہلے میری بات سنیں، یہ چونکہ public interest کی بات ہے اس بات کو آپ مدنظر رکھیں اور پھر اس پر عمل بھی ضرور کروائیں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی، بس ٹھیک ہے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب والا! اس کو examine کروا لیتے ہیں اگر دیوار کی ضرورت ہے تو متعلقہ محکمہ کو کہہ کر دیوار بنوا دیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ No supplementary question on it, now.

میاں محمد رفیق: جناب والا! یہ public interest کا سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال شوکت علی لالیکا صاحب کی طرف سے ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 660 ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے دو سوال ہو نہیں گئے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! ایک تو آپ نے pending کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: جو سوال pending ہو گیا ہے وہ بھی آپ ہی کا تھا۔ Not allowed.

محترمہ نگہت شیخ: جناب سپیکر! on his behalf سوال نمبر 660 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب شوکت علی لالیکا کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع بہاولنگر: حبیب و درباری مائنرز پر پانی کی کمی و دیگر تفصیلات

*660: جناب شوکت علی لالیکا: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔278 ضلع بہاولنگر حبیب کا اور درباری مائنرز کی ٹیل پر کب سے پانی نہیں پہنچ رہا ان مائنرز پر پانی کی کمی کی وجہ کیا ہے اور اس مسئلہ کو محکمہ فوری حل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

(ب) تحصیل منچن آباد و تحصیل بہاولنگر، فورڈواہ نہر اور اس سے ملحقہ کتنی نہروں کی لائننگ ہو چکی ہے اور ڈریننز و لائننگ کے حوالے سے پچھلے پانچ سالوں کے دوران ان پر کتنے فنڈز استعمال ہوئے؟

(ج) ضلع بہاولنگر میں ایکسیئن وایس ڈی اوز کی سرکاری رہائش گاہیں کتنے ایکڑز پر محیط ہیں، تفصیل ہر آفیسر وار بتائیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) درباری ڈسٹی اور حبیب کا مائنرز کی ٹیلوں پر پانی کی پوزیشن بہتر ہو رہی ہے تاہم کم دستیابی پانی کی وجہ سے ٹیل پر بسا اوقات پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ نہروں پر دن رات watching کی جا رہی ہے اور اس کے علاوہ پانی چوری کے خلاف پرچہ جات کروائے جا رہے ہیں۔ پانی چوری کی روک تھام چھاپہ مار ٹیمیں سول انتظامیہ اور محکمہ ہذا کے ساتھ مل کر بنائی گئی ہیں۔ جو پانی چوری کے سلسلہ میں نہروں پر raids کر رہی ہیں محکمہ ہذا کے ایس ڈی اوز، سب انجینئر اور سول انتظامیہ کے آفیسران مل کر یہ کام سر انجام دے رہے ہیں۔ موقعہ پر پانی چوروں کے خلاف حسب ضابطہ بروقت کارروائی کی جاتی ہے تاکہ پانی چوری میں کمی ہو سکے۔

(ب) تحصیل بہاولنگر میں کل دو نہروں کی پچھلے پانچ سالوں میں لائننگ ہوئی ہے۔
1۔ روجھاں والی ڈسٹری بیوٹری 2۔ بہاولنگر ڈسٹری بیوٹری
تحصیل منچن آباد میں پچھلے پانچ سالوں میں کل پانچ نہروں کی لائننگ ہوئی۔
1۔ درباری ڈسٹری بیوٹری 2۔ گجن مائنر
3۔ مرید ڈسٹری بیوٹری 4۔ جیکا مائنر
5۔ فتح گڑھ ڈسٹری بیوٹری
ان سات نمبر نہروں پر مشتمل سکیم کا سال بہ سال خرچہ اس طرح ہے۔

2012-13	2011-12	2010-11	2009-10	2008-09
13496819/-	32907098/-	9981173/-	1633766/-	Nil

ان پانچ سالوں میں کل خرچ شدہ رقم برائے لائننگ۔/58,018,856روپے ہے۔
نہر فورڈواہ کی لائننگ کا کوئی کام نہیں ہوا ہے۔
جن ڈرینوں پر پچھلے پانچ سال میں O&M کے تحت سال بہ سال جو خرچہ ہوا اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کوئی بھی رہائش گاہ ایکڑوں میں نہیں ہے تاہم تفصیل درج ذیل ہے۔
1۔ ایکسیئن فورڈواہ= 4کنال
2۔ ایکسیئن ہاکڑہ= 4کنال
3۔ ایکسیئن صادقیہ = 4کنال
4۔ ایس ڈی او بہاولنگر= 3کنال
5۔ ایس ڈی او ملک= 1کنال
6۔ ایس ڈی او جال والا= 3کنال
7۔ ایس ڈی او چشتیاں= 1کنال
8۔ ایس ڈی او منچن آباد= 1کنال
9۔ ایس ڈی او ڈہرانوالہ= 1کنال
10۔ ایس ڈی او ہارون آباد= 3کنال
11۔ ایس ڈی او فورٹ عباس= 2کنال

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ نگہت شیخ: جناب والا! جز(الف) کے آخر میں جواب دیا گیا ہے کہ موقع پر جو پانی چور ہیں ان کے خلاف حسب ضابطہ بروقت کارروائی کی جاتی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں کیا کارروائی

کی جاتی ہے ؟اگر جرمانہ کیا جاتا ہے تو زیادہ سے زیادہ کتنا کیا جاتا ہے اور اگر کوئی سزا مقرر ہے تو وہ کتنی ہے ؟

جناب سپیکر: کوئی specific case بتائیں ایسے تو سوال نہیں ہوتا۔

محترمہ نگہت شیخ: جناب والا! انہوں نے بھی کوئی specific بات نہیں کی۔

جناب سپیکر: آپ کو کچھ پتا ہے کہ آپ کی کتنی زمین ہے ؟

محترمہ نگہت شیخ: نہیں، میری تو زمین ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: تو پھر جس کی زمین ہے اس کو ضمنی سوال پوچھنے دیں۔

محترمہ نگہت شیخ: نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کی زمین نہیں ہے وہ کوئی سوال ہی نہ پوچھے ؟

جناب سپیکر: آپ پھر general بات نہ کریں۔

محترمہ نگہت شیخ: جناب والا! اس کا مطلب یہ ہے کہ وہی بات کرے جس کے پاس زمین ہے۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب! آپ ان کو جواب بتا دیں اور satisfied کریں۔(شور وغل)
میں اُٹھوا کر باہر بھی پھینک سکتا ہوں. This I tell you. Be careful.

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب والا! حبیب کا مائنر زپر 13-2012 میں پانی چوری کے کل 25 وقوعہ جات ہوئے ہیں۔ ان میں سے 20 ایف آئی آر درج کروائی گئی ہیں جن پر کارروائی ہو رہی ہے ، اسی طرح درباری ڈسٹری بیوٹری پر 13-2012 میں کل 104 وقوعہ جات ہوئے اور اس پر 12 ایف آئی آر درج ہوئی ہیں باقی ابھی تک تاوان cases چل رہے ہیں۔ تاوان جو وصول کئے گئے ہیں وہ 4 لاکھ 55 ہزار 899 روپے ہیں۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ایک سوال ہے ؟

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جی، ایک سوال ہے۔

جناب سپیکر: آگے آپ کا سوال تو نہیں ہے ؟

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جی، نہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، پھر ٹھیک ہے۔

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!اس میں میری گزارش یہ ہے کہ نہری پانی چوری کے جو مقدمات درج ہوتے ہیں ان کی maximum punishment one year ہے اور اس میں جو maximum fine ہے اس میں or کا لفظ ہے and نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر:ایک منٹ،آپ تشریف رکھیں۔

ایران کے قونصل جنرل جناب محمد حسین بنی اسدی سپیکر باکس میں تشریف فرما ہیں ہم ان کو welcome کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ/قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):جناب سپیکر! میں بھی treasury benches کی طرف سے محمد حسین بنی اسدی قونصل جنرل اسلامک ری پبلک آف ایران کو یہاں ایوان میں تشریف لانے پر خوش آمدید کہتا ہوں اور اس بات کو acknowledge کرتا ہوں کہ ایران پاکستان کا بہت ہی دیرینہ اور بہت ہی time tested دوست ہے۔ایران کے بھائیوں نے اور ایران کی مملکت نے ہر مشکل وقت میں پاکستان کا ساتھ دیا۔

جناب سپیکر:جی،بالکل۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ/قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان):ہمارے دلوں میں ان کے لئے بے پناہ محبت اور عزت و احترام کے جذبات ہیں۔

جناب سپیکر:مہربانی۔

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ):جناب والا!میری گزارش ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر:ایک منٹ،آپ تشریف رکھیں۔مجھے سبطین صاحب کی بات بھی سن لینے دیں وہ اپوزیشن کی طرف سے welcome کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ):ٹھیک ہے۔

جناب محمد سبطین خان:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!میں joint یعنی متحدہ اپوزیشن کی طرف سے ہمارے جو ایرانی قونصل جنرل محمد حسین بنی اسدی صاحب تشریف لائے ہیں ان کو welcome کرتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا neighbouring Islamic country ہے۔

(اس دوران ایک معزز ممبر کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی)

جناب سپیکر: یہ خیر سے آپ کا موبائل ہی ہوگا؟

جناب محمد سبطین خان: جی۔

جناب سپیکر: میں تمام معزز ممبران سے گزارش کروں گا کہ آپ جب ایوان کی کارروائی میں حصہ لے رہے ہوں تو آپ کے ٹیلیفون on نہیں ہونے چاہئیں۔ مہربانی۔

جناب محمد سبطین خان: جناب والا! میں انہیں اپنی joint opposition کی طرف سے welcome کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمارا neighbouring Islamic country ہے اور ماشاء اللہ ہمارے تعلقات بھی اچھے ہیں، حالات بھی اچھے ہیں میں گورنمنٹ سے بھی توقع کرتا ہوں کہ neighbouring countries کے ساتھ ہمارے تعلقات مزید بہتر ہوں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: انشاء اللہ۔ جی، باجوہ صاحب!

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں نہری پانی چوری کے مقدمات کے سلسلے میں گزارش کر رہا تھا، میری گزارش یہ ہے کہ اس وقت جو law ہے اس میں maximum punishment one year ہے یا ایک ہزار روپے تک کا جرمانہ ہے۔ اس میں and fine نہیں ہے or fine ہے یعنی یا سزا دے سکتے ہیں یا جرمانہ کر سکتے ہیں اور ایک ہزار روپے تک fine کر کے بندے کی جان چھوٹ جاتی ہے لیکن لاکھوں روپے کا نقصان ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے زمینداروں کے پاس tail تک پانی نہیں پہنچتا۔ میری گزارش یہ ہے کہ law میں amendment کی جانی چاہئے اور اس کا fine بھی زیادہ ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو کب روک رہا ہوں کہ amendment نہ لائیں؟ amendment لانا آپ کا کام ہے۔

جناب محمد آصف باجوہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! اس کی سزا کم از کم سات سال تک ہونی چاہئے۔ یہ جو پرچے ہو رہے ہیں یہ صرف اور صرف اپنی کارروائی دکھانے کی حد تک ہیں لیکن جو پانی چوری کرتے ہیں ان کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور وہ bailable treat ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں۔ شوکت علی لالیکا صاحب کے سوال کا جواب آ چکا ہے، اب اگلے سوال کی طرف چلتے ہیں۔ منسٹر صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر آبپاشی(میاں یاور زمان):جناب سپیکر!انہوں نے قانون کے متعلق کہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر:انہوں نے قانون کے متعلق کہا ہے لیکن آپ بھی ذرا خیال کریں کہیں کچھ ایسے آدمی ہوتے ہیں جن کو فوت ہوئے بھی آٹھ آٹھ سال ہو جاتے ہیں لیکن آپ ان کا بھی چالان کر دیتے ہیں اور ان کو بھی fine کر دیتے ہیں۔

وزیر آبپاشی(میاں یاور زمان):میں ان کے ضمنی سوال کے سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صوبے کا نہیں بلکہ فیڈرل لاء ہے۔اگر اس میں کوئی ترمیم کرنی ہے تو قومی اسمبلی نے کرنی ہے پنجاب اسمبلی نہیں کر سکتی۔

جناب سپیکر:میں نے ان کو جواب دے دیا ہے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔

جناب محمد آصف باجوہ(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!یہ فیڈرل کا نہیں بلکہ پنجاب کا لاء ہے۔یہ پراونشل لاء ہے۔

جناب سپیکر:آپ قانون سازی کروالیں۔مجھے کیا اعتراض ہے۔اگلا سوال ملک احمد یار ہنجرا صاحب کا ہے۔

ملک احمد یار ہنجرا:جناب سپیکر!سوال نمبر692اس میں جُز(الف وب)کا جواب ٹھیک ہے لیکن منسٹر صاحب جُز(ج)کا جواب پڑھ کر سنادیں۔

ضلع مظفر گڑھ:تحصیل کوٹ ادو کی ہزاروں ایکڑ اراضی کو سیم و تھور سے بچانے کی تفصیلات

*692:ملک احمد یار ہنجرا:کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل کوٹ ادو میں دریائے سندھ سے دو نہریں مظفر گڑھ کینال اور TP link کینال نکالی گئی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ نہروں کی وجہ سے تحصیل کوٹ ادو کی ہزاروں ایکڑ زمین سیم و تھور کی نذر ہو گئی ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ زمین کی بہتری اور سیم و تھور کو روکنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کوئی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

جناب سپیکر: کیا کر دیں؟

ملک احمد یار ہنجرا: منسٹر صاحب جز (ج) کا جواب پڑھ کر سنا دیں اس کے بعد میں ضمنی سوال کروں گا۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! سوال کا جز (ج) تھا کہ کیا حکومت مذکورہ زمین کی بہتری اور سیم و تھور کو روکنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کوئی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ اس کا جواب ہے کہ:

(ج) سیم و تھور کو ختم کرنے کا واحد علاج مظفر گڑھ کینال کی لائننگ ہے۔ مظفر گڑھ کینال کی لائننگ کا منصوبہ حکومت پنجاب کی جانب سے منظور ہو چکا ہے۔ WAPDA نے اسی سلسلہ میں Tenders کر کے کام بھی ٹھیکیداروں کو الاٹ کر دیئے ہیں امید ہے کہ جلد ہی یہ کام شروع ہو جائے گا۔ اس حوالے سے سکیم Remedial measures to control water logging due to Muzaffargarh and TP link canal کو ECNEC کی 2013-08-24 کی میٹنگ کے ایجنڈے میں شامل کیا گیا ہے۔ ECNEC کے فیصلہ کے مطابق سکیم مذکورہ کے بارے میں عملدرآمد ہوگا۔

جناب سپیکر: جی، ملک صاحب!

ملک احمد یار ہنجرا: جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ حکومت پاکستان کی طرف سے منظور ہو چکا ہے لیکن یہاں پر جواب میں حکومت پنجاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ یہ ٹینڈر کب ہوئے تھے؟ اگر ٹینڈر ہو چکے ہیں اور جیسے انہوں نے کہا کہ ٹھیکیداروں کو کام الاٹ ہو چکے ہیں تو ٹھیکیداروں نے ابھی تک کام شروع کیوں نہیں کیا؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں نے جواب کے اندر حکومت پاکستان کا تذکرہ کیا ہے حکومت پنجاب کا نہیں۔ یہ لکھا بھی ہوا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ منصوبہ حکومت پنجاب کی جانب سے منظور ہو چکا ہے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): سیم و تھور مظفر گڑھ کینال کی لائننگ کا منصوبہ حکومت پاکستان کی جانب سے منظور ہو چکا ہے۔ آپ کے پاس جو کاپی ہے وہاں غلطی سے لکھا گیا ہوگا لیکن میرے پاس حکومت پاکستان کا ہے اور میں اپنی کاپی سے پڑھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: میں اپنی کاپی پڑھوں یا آپ کی پڑھوں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! یہاں غلطی سے درج ہو گیا ہے جس کے لئے میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں نے اس کی تصحیح کر دی ہے۔

جناب سپیکر: چلیں ٹھیک ہے۔ معاف کر دیا حافظ قرآن سمجھ کر۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! یہ منصوبہ اسی سال شروع ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: چلو، شاباش۔

ملک احمد یار ہنجرا: جناب سپیکر! پچھلی گورنمنٹ اس کا افتتاح بھی کر چکی ہے۔ اس وقت کچھ ٹھیکیدار آئے تھے کچھ مشینری بھی لائی گئی پھر وہ مشینری واپس چلی گئی تھی۔ یہاں پورے ایوان کو بتایا جائے کہ اگر یہ سارا ڈرامہ کیا گیا تھا تو اس کی کیا وجہ تھی؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں پچھلی حکومت کا ذمہ دار نہیں ہوں لیکن میں اب ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ یہ منصوبہ اسی سال 2013 میں شروع ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: 2013 یا 2014؟

ملک احمد یار ہنجرا: جناب سپیکر! وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ ٹھیکیداروں کو کام بھی الاٹ ہو چکا ہے تو پھر کام شروع کیوں نہیں ہو رہا؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! انشاء اللہ 14-2013 کے اندر شروع ہو جائے گا۔ اس کے ٹینڈر ہو چکے ہیں۔ ویسے بھی یہ منصوبہ محکمہ پنجاب اریگیشن سے متعلقہ نہیں ہے بلکہ یہ وفاقی حکومت کا منصوبہ ہے اور ان سے ہی متعلقہ ہے۔

ملک احمد یار ہنجرا: جناب سپیکر! پھر اس کا مطلب ہے کہ یہ نہر پنجاب میں نہیں ہے اور اس کی ذمہ داری بھی محکمہ اریگیشن پنجاب کی نہیں ہے؟

جناب سپیکر: یہ coordinate کرتے ہیں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ نہر پنجاب کی ہے لیکن منصوبہ وفاقی حکومت take up کر رہی ہے۔

ملک احمد یار ہنجرا: جناب سپیکر! میں ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں چونکہ انہوں نے یہاں پر نہ تو یہ بتایا ہے کہ یہ ٹھیکہ کس کمپنی کو دیا گیا ہے---

جناب سپیکر: دیکھیں! انہوں نے floor پر یہ بات کی ہے کہ 14-2013 میں انشاء اللہ یہ منصوبہ شروع ہو گا۔ اب آپ یہ بات نہ کریں۔

ملک احمد یار ہنجرا: یہ صرف اتنا بتا دیں کہ جس کمپنی یا جن ٹھیکیداروں کو ٹھیکہ ملا ہے ان کے نام کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! چونکہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا منصوبہ ہے اس لئے کمپنیز کا پتا انہیں ہی ہو گا۔ مجھے جتنی معلومات تھیں وہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ ٹھیکے الاٹ ہو چکے ہیں اب یہ بات کہ یہ کس کمپنی کو ہوئے ہیں یہ واپڈا والوں کو علم ہو گا۔

ملک احمد یار ہنجرا جناب سپیکر! اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ---

جناب سپیکر: اب بس کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔ اگلا سوال میاں محمد اسلام اسلم صاحب کا ہے۔

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! سوال نمبر 1072 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

ضلع رحیم یار خان: سیم نالہ کی تعمیر و تکمیل کی تفصیلات

*1072: میاں محمد اسلام اسلم: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چنی گوٹھ تا فیروزہ ضلع رحیم یار خان سیم نالہ تعمیر کیا جا رہا ہے اور اس پر تقریباً 27 کروڑ روپے کی خطیر رقم بھی خرچ ہو چکی ہے؟

(ب) اس نالہ کا کتنے فیصد کام مکمل ہوا ہے اور کتنا کام بقایا ہے؟

(ج) اس نالہ پر کام کب سے بند ہے اور کس بناء پر بند ہے؟

(د) حکومت کب تک اس سیم نالہ کو مکمل کرنے اور اس کو چالو کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) اس نالے کا 90 فیصد کھدائی کا کام مشینری ڈویژن ملتان نے مکمل کر دیا ہے اور Pacca Structure کا کام تقریباً 80 فیصد مکمل ہو چکا ہے۔

(ج) پچھلے سال چند مقامی لوگوں کی مداخلت اور فنڈز کی کمی کی وجہ سے عارضی طور پر کام روک دیا گیا تھا جس کی وجہ سے کام مکمل ہونے میں تاخیر ہوئی اب بقایا کام revised PC-I کی منظوری کے بعد مکمل کر دیا جائے گا۔

(د) حکومت پنجاب جون 2014 تک اس منصوبے کو مکمل وچالو کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ منصوبہ ٹوٹل کتنی amount کا ہے اور اس کی length کتنی ہے اور اس سے جو damages ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر: پہلے اپنی ایک بات کا جواب لے لیں۔ جی، منسٹر صاحب!

میاں محمد اسلام اسلم: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ نے سن لیا؟ سوال نمبر 1072 ہے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! اس منصوبہ کی لاگت کا تخمینہ 422.23 ملین روپے لگایا گیا ہے۔ اس میں 9 ٹھیکیداروں نے حصہ لیا تھا جن میں سب سے کم ریٹ ایم اظہر ٹھیکیدار نے دیا ہے اور اسی کو ٹھیکہ الاٹ کر دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ اس منصوبے کو جلد مکمل کر دیا جائے گا۔ اس پر سٹرکچر کا کام تقریباً 80 فیصد ہو چکا ہے اور 90 فیصد کھدائی کا کام ہو چکا ہے اور اس وقت تک اس پر تقریباً 318.17 ملین روپے استعمال کئے جا چکے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شاباش۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ جی جن کا سوال ہے ان کو ضمنی سوال کرنے دیں۔ دیکھیں! جب میں ایک دفعہ بات بتا دوں تو اس پر عمل کیا کریں آپ کی مہربانی ہے اور مجھے خوشی ہو گی۔ جی، میاں صاحب!

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! جن زمینداروں کی زمین سے یہ نکالا گیا ہے ان کو ابھی تک payment نہیں کی گئی اور اس کے آخری فیز میں ٹیوب ویل وغیرہ لگانے تھے اور یہ 2014 میں مکمل ہونا تھا لیکن ابھی دور دور تک اس کے آثار دکھائی نہیں دے رہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! معزز ممبر ایک تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے زمین acquire کی تھی لیکن اس کی payment نہیں ہوئی۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ کھدائی کا 90 فیصد کام مکمل ہو گیا ہے اور 80 فیصد سٹرکچر کا کام مکمل ہو گیا ہے اور اس پر 318.17 ملین روپے استعمال ہوئے ہیں۔ اس کا PC-I revise ہوا ہے۔ چونکہ وہاں land acquisition کا معاملہ تھا جس کی وجہ سے کچھ delay ہوئی اور یہ کام مکمل نہیں ہو سکا۔ اب یہ کام دوبارہ شروع ہو گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مطلوبہ وقت کے اندر مکمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: جو اصل بات ہے آپ وہ تو پھر چھوڑ گئے ہیں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جی؟

جناب سپیکر: آپ نے جن کا رقبہ acquire کیا ہے ان کو payment ملی ہے یا نہیں، یا ویسے ہی منصوبہ شروع کر رہے ہیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! اگر بعض لوگوں کو payment نہیں ملی تو انشاء اللہ انہیں مل جائے گی۔

جناب سپیکر: آپ کوئی specific بات کریں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! محکمہ آبپاشی نے اس کی تمام payment محکمہ مال کو transfer کر دی ہے اور اب محکمہ مال نے land owners کو ادائیگی کرنی ہے۔

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! تقریباً ڈیڑھ سال سے اس منصوبے پر کام بند ہے۔ میں اس کی وجہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا due to lack of funding اس پر کام نہیں ہو رہا یا پھر کوئی اور وجہ ہے؟

وزیر آبپاشی(میاں یاور زمان):جناب سپیکر!land acquisitionہی اس کے اندر main problem تھا۔اب land acquireہو گئی ہے اور اس کے پیسے بھی محکمہ مال کو transferکئے جا چکے ہیں۔انشاء اللہ تعالیٰ اس پراجیکٹ کے اندر اب further delayنہیں ہو گی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!یہ بہت اچھا منصوبہ ہے اور اس منصوبے کی تکمیل کے بعد وہاں زمین کی حالت بہتر ہو گی۔جب بڑی مقدار کے اندر ٹیوب ویل چلتے ہیں تو بہت سارا پانی نکلتا ہے۔اس وقت پانی کی شدید قلت ہے تو کیا محکمہ اس پانی کو recycleکر کے آبپاشی کے لئے قابل استعمال بنانے کا کوئی منصوبہ رکھتا ہے؟

وزیر آبپاشی(میاں یاور زمان):جناب سپیکر!یہ alreadyسیم اور تھور کا علاقہ ہے اور اس ڈرین کو اسی لئے تعمیر کیا جا رہا ہے تاکہ وہاں پر water levelکو downکیا جا سکے۔یہاں سے پانی کا نکاس اس لئے کیا جا رہا ہے تاکہ water-loggingکو ختم کیا جا سکے لہذا اس پانی کی کوئی خاص ضرورت نہیں یہ تو پہلے ہی زمین کو spoilکر رہا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان:میں بھی اسی سوال کے حوالے سے ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:نہیں،آپ اس پر ضمنی سوال نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان:جناب سپیکر!میرا سوال بہت ہی اہم ہے۔

جناب سپیکر:سب کے سوالات اہم ہوتے ہیں۔ایسا کوئی بھی سوال نہیں جو کہ اہم نہ ہو۔اب مجھے آگے بڑھنے دیں۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان:جناب سپیکر!ضلع میانوالی میں ایک lift irrigation scheme "paikhel"ہے جو کہ 1998میں بننا شروع ہوئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر:ڈاکٹر صاحب!آپ اس کے لئے fresh questionکر دیں۔اگر اس سوال سے متعلقہ کوئی ضمنی سوال ہوتا تو میں آپ کو اجازت ضرور دیتا۔I am sorry.اب مجھے آگے بڑھنے دیں۔ اگلا سوال نمبر1078جناب احسن ریاض فتیانہ کا ہے۔وہ میرا برخوردار ہے اور بڑا بے تاب بیٹھا ہوا ہے۔میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان کے سوال کا جواب غلط آیا تھا اور میں نے اس کو واپس کر دیا ہے۔میں نے متعلقہ وزیر کو ہدایت کی ہے کہ اگر آئندہ غلط جواب آیا تو پھر میں اسے ایسی کمیٹی کے سپرد کروں گا کہ جو تگنی کا ناچ نچائے گی۔احسن ریاض فتیانہ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔اگلا سوال الحاج محمد الیاس چنیوٹی

صاحب کا ہے۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے اس لئے اس سوال کو dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال بھی الحاج محمد الیاس چنیوٹی صاحب کا ہے۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے اس لئے اس سوال کو بھی dispose of کیا جاتا ہے۔اگلا سوال جناب امجد علی جاوید کا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر!سوال نمبر 1099 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ: چک نمبر 437 اور 439 گ ب کو نہری پانی کی فراہمی و دیگر تفصیلات

*1099: **جناب امجد علی جاوید:** کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی۔86 کے چک نمبر 437 گ ب اور 439 گ ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پچھلے 22 سال سے نہری پانی نہیں آیا اور وہاں کا زیر زمین پانی کڑوا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ نہری پانی نہ ملنے کی وجہ سے زمینیں بے آباد ہیں اور فصلیں نہ ہونے کے برابر ہیں، جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو رہے ہیں اور جانور بھی پانی کی عدم دستیابی پر مر رہے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ نہری پانی پہنچانے کے لئے حکومت کی طرف سے لاکھوں روپے کی لاگت سے پختہ کھال تعمیر کئے گئے لیکن تعمیراتی نقص کی وجہ سے پانی نہیں پہنچ سکا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپے بھی ضائع ہو گئے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان چکوک میں فوری طور پر نہری پانی پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) یہ بات درست نہ ہے کہ 22 سال سے حلقہ پی پی۔86 کے چک نمبر 437 اور 439 گ ب میں نہری پانی نہیں آیا اور وہاں کا زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ان دونوں چکوک میں پانی کی کمی نہ ہے یہ دونوں چکوک راجباہ کلیانوالہ سے سیراب ہوتے ہیں اور اس کی برجی نمبر 3845 اور 6391 پر راجباہ کلیانوالہ کے ہیڈ کے نزدیک واقع ہیں۔

(ب) یہ بات بھی درست نہ ہے کہ لوگ پانی نہ ملنے کی وجہ سے نقل مکانی کر رہے ہیں بلکہ ان چکوک میں منظور شدہ پانی کی مقدار مل رہی ہے۔

(ج) یہ سوال محکمہ ہذا سے متعلقہ نہ ہے یہ پختہ کھال محکمہ زراعت (واٹر مینجمنٹ)والوں نے تعمیر کئے ہیں لہذااگران میں کوئی خرابی ہے تو متعلقہ محکمہ سے رابطہ کیا جائے۔

(د) یہ بات درست نہ ہے۔ان چکوک کو پہلے ہی نہری پانی ان کے منظور شدہ حصہ کے مطابق مل رہاہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر!جز(ب) کے جواب میں لکھا گیاہے کہ "یہ بات درست نہ ہے کہ لوگ پانی نہ ملنے کی وجہ سے نقل مکانی کر رہے ہیں بلکہ ان چکوک میں منظور شدہ پانی کی مقدار مل رہی ہے۔"اس سے بڑا سفید جھوٹ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ پچھلے بائیس سال سے اس گاؤں میں نہری پانی کی ایک بوند بھی نہیں مل سکی۔

جناب سپیکر: آپ الفاظ کا استعمال ذرا احتیاط سے کیا کریں۔جھوٹ کا لفظ اچھا نہیں ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جی،بہتر ہے۔میں یہ کہتا ہوں کہ محکمہ نے جو جواب دیا ہے وہ حقائق پر مبنی نہیں اور دروغ گوئی سے کام لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر!چک نمبر439گ۔ب کو پچھلے بائیس سالوں میں نہری پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں مل سکا جبکہ جواب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کو پانی مل رہا ہے۔میں پچھلے دنوں سیکرٹری آبپاشی سے ملا تھا اور اس مسئلہ کی نشاندہی کی تھی۔میں نے ان سے ذاتی طور پر گزارش کی تھی کہ اس مسئلے کو حل کریں لیکن ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔آگے جواب کے جز(ب)میں لکھا ہوا ہے کہ "یہ بات بھی درست نہ ہے کہ لوگ پانی نہ ملنے کی وجہ سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔"یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس گاؤں کی آبادی اس وقت ایک تہائی رہ گئی ہے۔وہاں پر کوئی لڑکوں کو رشتہ دینے اور نہ ہی لڑکیوں کے رشتے لینے کے لئے تیار ہے۔لوگ نقل مکانی کر گئے ہیں،جانور مر گئے ہیں،وہاں پر دُھول اُڑ رہی ہے اور وہ گاؤں صحرا کا منظر پیش کر رہا ہے جبکہ یہاں محکمہ کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اس گاؤں کو اس کے حصے کا پانی مل رہا ہے۔میں پوچھتا ہوں کہ محکمہ وہ پانی کہاں بیچ رہا ہے؟منسٹر صاحب ذرا اس بات کی وضاحت فرما دیں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! محکمہ نے بالکل درست جواب دیا ہے۔ یہ بات بھی درست نہ ہے کہ لوگ پانی نہ ہونے کی وجہ سے یہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، میری بات سُنیں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میری عرض تو سُن لیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ معزز ممبر جس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں اگر اس حوالے سے دیا گیا جواب درست نہ ہوا تو پھر یہ محکمہ کے لئے ٹھیک نہیں ہو گا۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں اصل مسئلہ بتانا چاہتا ہوں۔ سوال کے جز (ج) میں پوچھا گیا ہے کہ "کیا یہ بھی درست ہے کہ نہری پانی پہنچانے کے لئے حکومت کی طرف سے لاکھوں روپے کی لاگت سے پختہ کھال تعمیر کئے گئے لیکن تعمیراتی نقص کی وجہ سے پانی نہیں پہنچ سکا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپے بھی ضائع ہو گئے؟" درحقیقت یہ کھال محکمہ آبپاشی کا نہیں ہے بلکہ اس کو Water Management یا محکمہ زراعت نے بنوایا ہے۔ اگر اس کھال کے اندر کوئی designing fault ہے اور وہ پانی آگے نہیں پہنچا رہا تو اس میں محکمہ آبپاشی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں آج بھی یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ان موگا جات پر پورا پانی پہنچ رہا۔ محکمہ زراعت اور Water Management نے آگے جو کھال تعمیر کئے ہیں ان کی وجہ سے پانی پہنچ نہیں رہا۔ ہماری طرف سے انہیں پورا پانی مہیا کیا جا رہا ہے۔ سوال کے جز (ج) کے اندر معزز ممبر نے خود اس چیز کو admit کیا ہے کہ لاکھوں روپے کی لاگت سے جو پختہ کھال تعمیر کئے گئے ہیں ان میں نقص ہے۔ اب یہ designing fault, Water Management یا محکمہ زراعت والوں کا ہے۔ اس میں محکمہ آبپاشی کا کوئی قصور نہیں ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! اس گاؤں میں گزشتہ بائیس سالوں سے پانی نہیں آیا جبکہ Water Management کا محکمہ 2004 میں بنا ہے۔ یہ ذرا جمع تفریق کر لیں اور پھر اس حساب سے جواب بنائیں۔ منسٹر صاحب ایک طرف کہتے ہیں کہ پانی پہنچ رہا ہے جبکہ دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ کھال میں تعمیراتی نقص کی وجہ سے پانی نہیں پہنچ رہا تو ان کا کون سا جواب درست اور کون سا غلط ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! آپ بھی زمیندار ہیں یہ رقبہ ہیڈ پر واقع ہے اور ہیڈ کے اوپر سو فیصد پورا پانی پہنچ رہا ہے۔ میں جس طرف نشاندہی کرنا چاہتا ہوں وہ آپ بھی سمجھ گئے ہیں۔ اگر یہ fault ہے تو یہ محکمہ زراعت کے ذیلی ادارہ Water Management کا ہے انہوں نے اس کھال کو

level پر نہیں بنایا جس کی وجہ سے ان کی زمینوں پر اگر پانی نہیں پہنچ رہا تو آپ اسے examine کر الیں اس کے اندر محکمہ آبپاشی کا کوئی fault نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! معزز ممبر کے حلقہ کے اُس دیہہ کو واقعی اگر پانی نہیں مل رہا تو اُس کے لئے آپ کوئی متبادل انتظام کریں، اُسی نہر یا اُسی ہیڈ سے آپ کوئی متبادل انتظام کریں اور آپ یہ سب in the best interest of the public کریں۔ آپ خود اس کو examine کریں کیونکہ ان کو پانی پہنچانا آپ کا فرض بنتا ہے۔ میرے خیال میں بہتر رہے گا کہ جب next session آئے گا اُس میں آپ اس معاملہ کی تفصیل ہمیں بتائیں گے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں اُس کی تفصیل بھی آپ کو بتا دوں گا اور اگر آپ محکمہ زراعت کو بھی ہدایت کر دیں کہ وہ اس کھال کی تصحیح فرمالیں تو پھر ان کو پانی پہنچ جائے گا۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں اسی بات کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کو بنے ہوئے 66 سال ہو گئے ہیں اور 44 سال تک اس دیہہ کو پانی لگتا رہا ہے جبکہ پچھلے 22 سال سے اس دیہہ کو پانی نہیں لگ رہا۔ یہ محکمہ کی کارستانی ہے جس کی وجہ سے اُس موگا سے پانی نہیں لگ رہا۔ درمیان میں کچھ معاملات ہیں جن کی وجہ سے کسی اور زیادہ پیسے والوں کو یہ موگا شفٹ کر دیا گیا اور وہ بے چارے 22 سال سے پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔

جناب سپیکر: امجد علی جاوید صاحب! آپ کیا چاہتے ہیں؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں یہ چاہتا ہوں کہ وہاں پانی پہنچے۔

جناب سپیکر: میں نے کون سی زبان بولی ہے جس کی آپ کو سمجھ نہیں آئی؟ جی، میاں صاحب!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! انہیں موگا شفٹ کرنے پر اعتراض ہے تو یہ موگا شفٹ کرنے کی درخواست دے دیں ہم ان کا موگا شفٹ کر دیں گے اگر اس سے ان کے پانی کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! محکمہ زراعت اور آپ کا محکمہ دونوں مل کر ان کی اس پریشانی کو دُور کریں۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! جی، بہتر ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی میاں محمد اسلام اسلم صاحب کا ہے۔

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1117 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

حکومت پنجاب کا اپنے حصہ کا پانی ڈیمانڈ کرنے کی تفصیلات

*1117: میاں محمد اسلام اسلم: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ہر سال صوبہ پنجاب کے حصہ کا کتنا پانی دریائے سندھ میں گرتا ہے اور سمندر کی نذر ہو جاتا ہے؟

(ب) کیا یہ پانی صوبہ کی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے؟

(ج) اگر یہ کم ہوتا ہے تو پھر حکومت پنجاب اپنے حصہ کا پانی کیوں ڈیمانڈ نہیں کرتی اور آئندہ حکومت اس بارے میں کیا مؤقف رکھتی ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) ہر سال سیلاب کے دنوں میں دریائی پانی نہروں کی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے چونکہ سیلابی پانی ذخیرہ کرنے کے لئے نئے ڈیمز نہیں بنائے گئے اس لئے 10 سے 20 ملین ایکڑ پانی سمندر کی نذر ہو جاتا ہے۔

(ب) جی ہاں! سیلاب کے دنوں میں پانی صوبوں کی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (الف وب) کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے کہ سیلاب کے دنوں میں پانی کی کمی نہیں ہوتی البتہ سال کے باقی ماندہ دنوں میں ستمبر سے جون تک دریاؤں میں پانی کی دستیابی ضرورت سے کم ہوتی ہے اس لئے تمام صوبوں کو بشمولہ پنجاب حصے سے کم پانی ملتا ہے۔ اگر سیلاب کے دنوں میں ضائع ہونے والے پانی کو نئے ڈیم بنا کر ذخیرہ کر لیا جائے تو پانی کی کمی دور ہو سکتی ہے۔ چونکہ نئے ڈیم بنانا وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے اس لئے پنجاب حکومت اپنے مؤقف سے وفاقی حکومت کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرتی رہتی ہے۔

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! جس طرح اس سوال کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ 10 سے 20 ملین ایکڑ ہمارا پانی سمندر کی نذر ہو جاتا ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے چولستان میں چھوٹے ڈیموں کا منصوبہ شروع کیا تھا اور تجرباتی طور پر کچھ ڈیم بنائے بھی گئے ہیں۔ میرے حلقہ میں چولستان کے 180 چکوک آتے ہیں وہاں پر چھوٹے ڈیم بنائے بھی گئے ہیں۔ اس منصوبہ کو اگر جاری رکھا جائے تو اس سے وہاں کی لاکھوں ایکڑ اراضی سیراب ہو سکتی ہے۔ چولستان جہاں لاکھوں ایکڑ اراضی ہے

وہاں L-1 link canal کو100ایکڑ پانی دیا گیا ہے تو میری گزارش ہے کہ اُس کا پانی بھی بڑھایا جائے اور وہاں پر چھوٹے چھوٹے ڈیم بھی بنائے جائیں تاکہ ضائع ہونے والے پانی کو بچایا جاسکے۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ محکمہ آبپاشی کے تقریباً سارے Rest Houses خستہ حالت میں ہیں ان کی مرمت کے لئے وزیر موصوف خصوصی کاوش کریں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر اریگیشن!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! ممبر موصوف نے Small Dams کا تذکرہ کیا ہے تو میرے علم کے مطابق چولستان کے اندر Small Dams کا کوئی منصوبہ نہیں چل رہا لیکن وہاں پر pond بنائے گئے ہیں۔ Small Dams کا منصوبہ پوٹھوہار کے بارانی علاقہ میں بنایا گیا ہے اور وہاں پر ہمارے تقریباً55 کے قریب Small Dams موجود ہیں جہاں بارش کے دنوں میں پانی اکٹھا ہو جاتا ہے اور پھر اُس سے سارا سال وہاں پر آبپاشی ہوتی ہے۔ جہاں تک انہوں نے Rest Houses کی بات کی ہے تو اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ fresh question دے دیں ہم اُس کے مطابق جواب دے دیں گے۔

میاں محمد اسلام اسلم: جناب سپیکر! ہمارے علاقہ میں جہاں کڑوا پانی ہے وہاں پر میں نے دیکھا ہے کہ magnate tubewell لگائے گئے ہیں جو کڑوے پانی کو میٹھا کرتے ہیں۔ اس طرح کا کوئی project launch کیا جائے تو کڑوے پانی کے مسائل کافی حد تک حل ہو سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر اریگیشن!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! بنیادی طور پر یہ Public Health کا subject ہے اس کا محکمہ آبپاشی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو میں عرض کروں گا کہ جس دن یہاں پر Public Health کا Question Hour آئے اُس دن یہ اپنا سوال کر لیں۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ضلع چنیوٹ: آبادی فقیراں داخلی موضع جسرت کے مقام پر سیم نالہ پر پُل کی تعمیر

*1091: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع جسرت، کوٹ عمر، رشیدہ متھووحہ اور موضع کھڑکن ضلع چنیوٹ کی 300مربع زمین دریا برد ہو چکی ہے اور ان موضعات کا اس رقبہ سے رابطہ کٹ گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس 300مربع زمین کی فصلات کو سڑک تک لانے کے لئے بہت بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات وہ کشتیاں جن کے اوپر یہ قیمتی فصلات لادی گئی ہوتی ہیں وہ الٹ جاتی ہیں اور لاکھوں روپے کی فصلات دریا کی نذر ہو جاتی ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت آبادی فقیراں داخلی موضع جسرت کے مقام دریائے چناب کے سیم نالہ پر پُل تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ ان موضعات ضلع چنیوٹ کی زمین جزوی طور پر دریائے چناب کے کٹاؤ کی وجہ سے دریا برد ہوئی اور ہو رہی ہے تفصیل رقبہ محکمہ انہار سے متعلقہ نہ ہے۔

(ب) یہ محکمہ ہذا کے متعلقہ نہ ہے۔

(ج) محکمہ کا سیم نالہ نہ ہے۔ دریا ہی کی ایک کریک ہے۔ پُل بنانے کا معاملہ محکمہ انہار سے متعلقہ نہ ہے۔

ضلع چنیوٹ: دریائے چناب موضع جسرت کے مقام پر لگے کٹس پر بند لگانے کی تفصیلات

*1093: الحاج محمد الیاس چنیوٹی: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دریائے چناب میں موضع جسرت کے مقام سے دریا کو تین جگہ سے کٹ لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے پانی عام گزرگاہ سے نکل کر 200مربع پر مشتمل زرخیز زمین اور اس کی فصلات کو بھی تباہ کر دیتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تین کٹوں کی کل لمبائی 700 فٹ کے لگ بھگ ہے اور اگر یہ کٹ پتھر بند سے پر کر دیئے جائیں تو سالانہ کروڑوں روپے کی فصلات محفوظ ہو سکتی ہیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک، ان مذکورہ جگہوں پر پتھر کا بند بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اور کیا اس کے لئے محکمہ فنڈ مختص کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کب تک؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) ہاں! یہ درست ہے کہ دریائے چناب موضع جسرت کے مقام پر کناروں پر کٹاؤ ہو رہا ہے۔ دریا میں سیلاب کے دوران پانی spillover ہو کر ملحقہ زمینوں میں پھیل جاتا ہے۔

(ب) ہاں! یہ درست ہے۔

(ج) دریائے چناب کے بائیں کنارے پر محکمہ آبپاشی کا کوئی فلڈ بند یا کسی قسم کا سٹرکچر نہ ہے اسی مقصد کے لئے دریائے چناب کی Chiniot Bridge تا Riwaz Bridge جھنگ تک ماڈل سٹڈی ہو رہی ہے اس کی روشنی میں مزید کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

راولپنڈی ڈویژن: ریسٹ ہاؤسز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1182: محترمہ راحیلہ انور: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ڈویژن راولپنڈی کے اضلاع میں محکمہ آبپاشی کے ریسٹ ہاؤسز کے نام، رقبہ اور ہر ریسٹ ہاؤس کتنے کمروں پر مشتمل ہے؟

(ب) ان ریسٹ ہاؤسز میں سے کتنے ورکنگ کنڈیشن میں ہیں اور کتنے خستہ حالت ہیں ان کی تفصیل علیحدہ علیحدہ بیان کی جائے؟

(ج) سال 12-2011 سے آج تک ان ریسٹ ہاؤسز کی تزئین و آرائش پر کتنی رقم خرچ کی گئی ہے، ہر ریسٹ ہاؤس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) سال 12-2011 سے آج تک ان ریسٹ ہاؤسز کے خرچ اور آمدن کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) ضلع راولپنڈی میں محکمہ آبپاشی سمال ڈیمز ڈویژن اسلام آباد کے پاس ایک ریسٹ ہاؤس ہے جس کا نام راول ڈیم ریسٹ ہاؤس ہے۔اس ریسٹ ہاؤس کا کل رقبہ ساڑھے گیارہ کنال (کورڈ ایریا گیارہ مرلہ 33 فٹ +10.9 کنال لان) اور 6 کمروں پر مشتمل ہے۔

(ب) راول ڈیم ریسٹ ہاؤس ورکنگ کنڈیشن میں ہے اور خستہ حالت میں نہ ہے۔

(ج) سال 12-2011 سے آج تک اس ریسٹ ہاؤس کی تزئین و آرائش پر۔/514843 روپے روپے خرچ ہوئے جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) سال 12-2011 سے آج تک اس ریسٹ ہاؤس کے آمدن و خرچ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

شیخوپورہ: راجباہ، مائنز اور انہار کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1192: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔166 شیخوپورہ میں محکمہ آبپاشی کے کون کون سے راجباہ، مائنز اور انہار واقع ہیں ان کے نام اور ان کا پانی کا ڈسچارج کتنا ہے، تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ بتائیں؟

(ب) اس حلقہ کا کتنے ایکڑ رقبہ سیراب ہوتا ہے؟

(ج) کتنے ایکڑ رقبہ کو پانی فراہم نہیں کیا جا رہا ہے؟

(د) کیا حکومت اس حلقہ کے تمام رقبہ کو نہری پانی وافر مقدار میں فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حلقہ پی پی۔166 میں کل 127952 ایکڑ رقبہ سیراب ہوتا ہے۔

(ج) جو رقبہ حلقہ ہذا میں CCA میں شامل ہے اسے پہلے ہی پانی فراہم کیا جا رہا ہے۔

(د) ایضاً۔

پنجاب کی نہروں میں گنجائش سے کم پانی چھوڑنے کی وجوہات و دیگر تفصیلات

*1209: محترمہ باسمہ چودھری: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا پنجاب کی نہروں میں ان کی گنجائش کے مطابق پانی چھوڑا جاتا ہے؟

(ب) اگر گنجائش سے کم پانی چھوڑا جاتا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں، ان وجوہات کو دور کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے 2008 سے 2012 تک کیا اقدامات اٹھائے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) پنجاب کی نہروں میں پانی دریاؤں اور آبی ذخائر میں دستیابی کے مطابق چھوڑا جاتا ہے اور یہ پانی کا حصہ IRSA کے فیصلے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ سیلاب کے دنوں میں یعنی 15۔ جون سے لے کر 15۔ ستمبر تک نہروں میں پانی کی مقدار گنجائش کے مطابق ہوتی ہے لیکن سال کے بقیہ دنوں میں پانی کی مقدار دریاؤں اور آبی ذخائر میں دستیابی کے مطابق کم و بیش ہوتی ہے۔

(ب) سیلاب کے دنوں کے علاوہ نہروں میں پانی عمومی طور پر گنجائش سے کم چھوڑا جاتا ہے۔ نہری پانی کی کمی کی وجہ موسمی حالات، دریاؤں میں پانی کی کمی اور ضرورت کے مطابق آبی ذخائر کا نہ ہونا ہے۔ حکومت پنجاب نے 2008 سے 2012 تک نہری نظام کی بہتری کے لئے اقدامات اٹھائے مختصر اً تونسہ اور کالا باغ بیراجوں کی ماڈرنائزیشن، لوئر باری دوآب اور لوئر چناب کینالز کی ریماڈلنگ، پنجاب میں سیم نالوں کی مرمت اور صفائی کا کام شامل ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ نہری نظام کی بحالی اور مزید بڑے ڈیم بننے کے بعد نہری نظام کو اس کی گنجائش کے مطابق چلایا جا سکے گا۔

ضلع بہاولنگر: بھل صفائی کی تفصیلات

*1230: ڈاکٹر محمد افضل: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع بہاولنگر میں محکمہ انہار نے 2008 سے 2012 تک بھل صفائی پر کتنی رقم خرچ کی، سال وار تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ب) کیا بھل صفائی سے نہروں کے بہاؤ اور حجم میں واضح فرق پایا گیا اور ٹیل کے زمینداروں کو پانی مطلوبہ مقدار میں فراہم ہوا؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) بہاولنگر کینال سرکل میں سالانہ بھل صفائی پر خرچ کی جانے والی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:

سال	صادقیہ ڈویژن	فورڈواہ ڈویژن	ہاکڑہ ڈویژن	کل رقم (ملین روپے)
2008-09	0.46	0.128	1.194	1.782
2009-10	0.273	1.922	کوئی خرچ نہیں ہوا	2.195
2010-11	1.484	کوئی خرچ نہیں ہوا	0.958	2.442
2011-12	کوئی خرچ نہیں ہوا	1.552	کوئی خرچ نہیں ہوا	1.552
کل خرچ شدہ رقم:	2.217	3.602	2.152	7.971

(ب) جی ہاں! بھل صفائی سے نہروں کے بہاؤ میں واضح فرق پایا گیا اور اس کے نتیجہ میں دستیاب شدہ پانی ٹیلوں پر حق کے مطابق مہیا ہوا۔ تینوں ڈویژنز کی ٹیل گیجز کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع سرگودھا: محکمہ انہار کے ریسٹ ہاؤسز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1232: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع سرگودھا میں محکمہ انہار کے کتنے ریسٹ ہاؤسز ہیں، ان کے نام اور رقبہ کی تفصیل سے آگاہ کریں؟

(ب) ان ریسٹ ہاؤسز سے منسلکہ کتنی اراضی ہے اور اس اراضی کا کیا استعمال ہو رہا ہے؟

(ج) ان ریسٹ ہاؤسز کا سالانہ خرچ اور آمدن کتنی ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) ضلع سرگودھا میں محکمہ انہار کے کل 43 ریسٹ ہاؤسز ہیں۔ جن کے نام اور رقبہ کی تفصیل "Annex-A" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان ریسٹ ہاؤسز سے منسلکہ اراضی 339.55 ایکڑ ہے اور یہ اراضی بمطابق Revenue Manual کے پیرا نمبر 13.27 کے تحت محکمہ کے اہلکاران کے استعمال میں ہے۔ تفصیل "Annex-B" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان ریسٹ ہاؤسز کا سالانہ خرچ اور آمدن بھی "Annex-A" ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب کی نہروں کو پختہ کرنے کی تفصیلات

*1239: محترمہ حنا پرویز بٹ: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے انٹرنیشنل فنانسنگ انسٹیٹیوشن کی معاونت سے پنجاب میں نہروں اور آبی گزرگاہوں کو پختہ کرنے کا کام شروع کیا ہے؟

(ب) اس سلسلہ میں کیا پیشرفت ہوئی ہے اور کب تک برک لائننگ کا کام مکمل ہونے کی توقع ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) محکمہ انہار پنجاب میں انٹرنیشنل فنانسنگ انسٹیٹیوشن کی معاونت سے نہروں اور آبی گزرگاہوں کو پختہ کرنے کا کوئی کام شروع نہ ہے البتہ گورنمنٹ آف پنجاب اور گورنمنٹ آف پاکستان کی معاونت سے اس وقت نہروں کو پختہ کرنے کے منصوبوں کی تفصیل درج ذیل ہے:-

1- Japan International Cooperative Agency(JICA) کے فراہم کردہ فنڈز کے ذریعے "Punjab Irrigation System Improvement Project" منصوبہ کے تحت صوبہ پنجاب میں 195 کلومیٹر لمبائی میں نہروں کو پختہ کرنے کا منصوبہ جاری ہے جس کے تحت 173 کلومیٹر لمبی نہروں کو پختہ کیا جا چکا ہے۔

2- Japan international Cooperative Agency(JICA) کے فراہم کردہ فنڈز کے ذریعے "Rehabilitation of Lower Chenab Part B" منصوبہ کے تحت صوبہ پنجاب میں 1318 کلومیٹر لمبائی میں نہروں کو پختہ کرنے کا منصوبہ جاری ہے جس کے تحت 1000 کلومیٹر لمبی نہروں کو پختہ کیا جا چکا ہے۔

3۔ Asian Development Bank (ADB) کے فراہم کردہ فنڈز کے ذریعے "Lower Bari Doab Canal Improvement Project" منصوبہ کے تحت صوبہ پنجاب میں 1142 کلومیٹر لمبائی میں نہروں کو پختہ کرنے کا منصوبہ جاری ہے۔

4۔ "Lining of Irrigation Channels (Distributaries & Minors) in Punjab" منصوبہ کے تحت وفاقی حکومت کی طرف سے فراہم کردہ فنڈز کی مد میں 13,522 کلومیٹر لمبی نہروں کو پختہ کرنے کا منصوبہ جاری ہے جس کے تحت 953 کلومیٹر لمبی نہروں کو ستمبر، 2013 تک پختہ کیا جا چکا ہے۔

5۔ "Selective Lining of Irrigation Channels in Punjab" (Phase-I) منصوبہ کے تحت صوبہ پنجاب میں 400 کلومیٹر لمبی نہروں اور مائنرز کو پختہ کیا جا چکا ہے اور اس منصوبہ کے (Phase-II) کے تحت 250 کلومیٹر لمبی نہروں کو پختہ کرنے کا کام جاری ہے جس میں سے 126 کلومیٹر لمبی نہروں کو پختہ کیا جا چکا ہے۔

(ب) International Financing institution منصوبہ کے تحت نہروں اور آبی گزرگاہوں کو پختہ کرنے کا کوئی کام جاری نہ ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی پیشرفت ہوئی ہے۔

ضلع گجرات: بھاہو ڈرین کی کھدائی کے سلسلہ میں اٹھائے گئے اقدامات کی تفصیلات

*1540: میاں طارق محمود: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) بھاہو ڈرین جو کہ نہر یو جے سی کے نیچے سے شروع ہو کر ڈنگہ شہر (ضلع گجرات) کے درمیان سے گزرتے ہوئے بڑے سیم نالے میں گر جاتی ہے اس کی کھدائی کے سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں مزید برآں ہر سال بارشوں کے دوران اس کا پانی شہر کی ملحقہ آبادیوں میں داخل ہو جاتا ہے اس سلسلے میں کیا کوئی سکیم بنائی گئی ہے اور اس کا PC-I منظور ہو چکا ہے یا نہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لیٹر نمبر (CMO)/13AB-113(B) 000799(NO. DS (ASSEM مورخہ 03-07-2013 بھی issue ہوا ہے جس میں وزیراعلیٰ کی جانب سے اس سکیم کے بارے واضح ہدایت موجود ہے یہ مسئلہ کب تک حل ہو جائے گا کیا اس سکیم کو اس مالی سال میں شامل کیا جائے گا اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) بھاہو ڈرین PRK میں گرتی ہے اور بھاہو ڈرین اور PRK ڈرین دونوں کی مشینری ورک پلان برائے سال 14۔2013 برائے صفائی ڈال دی گئی ہے۔ ورک پلان کی منظوری اور فنڈز مہیا ہونے کے بعد دونوں ڈرینوں کی صفائی اسی مالی سال 14۔2013 میں کر دی جائے گی۔

(ب) وزیراعلیٰ کی جانب سے لیٹر NO.DS(ASSEM)(CMO)/13AB-113(B)000799 مورخہ 2013۔07۔03 کے تحت بھاہو ڈرین کی سٹون پچنگ برجی نمبر 000+43 33+000 کا PC-I تخمینہ لاگت 48.389 ملین روپے تیار کیا گیا ہے۔ PC-I کی منظوری اور فنڈز مہیا ہونے کے بعد یہ کام بھی مکمل کر دیا جائے گا۔

نہر بالک برانچ کا منظور شدہ پانی و دیگر تفصیلات

*1572: جناب احسن ریاض فتیانہ: کیا وزیر آبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) نہر بالک برانچ کا منظور شدہ پانی کتنا ہے اور اس وقت اس میں کتنا پانی چھوڑا جا رہا ہے، اس میں کتنے موگا جات ہیں؟
(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس نہر کی ٹیل پر پانی نہیں پہنچ رہا اس کی وجوہات کیا ہیں؟
(ج) حکومت اس نہر کی ٹیل پر پانی کی فراہمی کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) اس کا منظور شدہ پانی 154.00 کیوسک ہے اور اس وقت اس میں 154 کیوسک پانی چھوڑا جا رہا ہے اور اس کے 76 موگا جات ہیں۔
(ب) ٹیل پر پانی پچھلے کچھ سالوں سے نہ پہنچ رہا تھا۔ مگر اب محکمہ کے فوری اقدامات کی وجہ سے ٹیل منظور شدہ پانی کے مطابق چل رہی ہے۔
(ج) محکمہ نے پانی چوروں کے خلاف سخت اقدامات اٹھا کر بالک کی ٹیل پر پانی پہنچا دیا ہے۔

لاہور: بھل صفائی کی تفصیلات

*1631: ڈاکٹر نوشین حامد: کیا وزیر آبپاشی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور شہر کی نہر میں جنوری 2012 اور 2013 کے دوران بھل صفائی کا آغاز کب ہوا اور اختتام کب ہوا؟
(ب) مذکورہ نہر میں بھل صفائی کے لئے کس کمپنی کو ٹھیکہ دیا گیا؟
(ج) مذکورہ نہر میں بھل صفائی کا ٹھیکہ کس حساب سے کب دیا گیا؟
(د) اس نہر سے کتنے فٹ بھل نکالی گئی؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) لاہور برانچ کینال کی بھل صفائی مہم کا آغاز برائے سال 2012-13 مورخہ 27-دسمبر 2012 سے شروع ہو کر 13-جنوری 2013 کو اختتام پذیر ہوا۔
(ب) لاہور برانچ کینال کی بھل صفائی کا کام برائے سال 2012-13 مختلف ٹھیکیداران کو دیا گیا جس کی تفصیل جز (ج) میں درج ہے۔
(ج) ٹھیکہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

S No	Name of Contractor	Reach RD (From-To)	work allotted per % Cft (Rs)	(Qty of silt removed (Lac cft)	Date of Acceptance letter
1	2	3	4	5	6
1	M/S Naseer & Co	220+000-257+000	2000	4,96,055	26-12-2012
2	M/S Sawar Jan & Co	257+300-280+000	1800	1,40,432	-do-
3	M/S Muhammad Asif Ch	280+000-314+000	1750	1,95,586	-do-

(د) تفصیل جز(ج) کے کالم نمبر5 میں درج ہے۔

فیصل آباد: نہروں، راجباہوں کے نام ودیگر تفصیلات

*1712: جناب جعفر علی ہوچہ: کیاوزیرآبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔57 فیصل آباد میں بہنے والی نہروں، راجباہوں اور مائنر کے نام کیا ہیں؟

(ب) ان انہار، راجباہ اور مائنر کا منظور شدہ پانی کتنا ہے، تفصیل علیٰحدہ علیٰحدہ بتائیں؟

(ج) اس وقت ان میں کتنا کم پانی فراہم کیا جارہا ہے؟

(د) کس کس نہر، راجباہ اور مائنر کی ٹیل پر پانی کی کمی ہے اور ان میں کب تک حکومت پانی ٹیل تک فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیرآبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) پی پی۔57 فیصل آباد میں بہنے والی نہروں، راجباہوں اور مائنرز کے نام مع لمبائی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) نہروں اور مائنرز کے منظور شدہ پانی کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس وقت تاندلیانوالہ سسٹم میں 370 کیوسک پانی ہیڈ سے چھوڑا جارہا ہے جبکہ تاندلیانوالہ ڈسٹی اور بالک برانچ ڈسٹی پر rehabilitation کا کام ڈویلپمنٹ سرکل فیصل آباد کررہا ہے اور ان کا ہیڈ پر منظور شدہ ڈسچارج 392.60 کیوسک ہے۔ Rehabilitation کا کام مکمل ہونے کے بعد اس میں پانی ڈیزائن کے مطابق چھوڑا جائے گا۔

(د) ان راجباہوں پر پانی کی کمی نہ ہے اور ان کی ٹیل پر پانی تقریباً ڈیزائن کے مطابق چل رہا ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع شیخوپورہ: لگائے گئے ٹیوب ویلز کی تعداد ودیگر تفصیلات

*1840: ڈاکٹر نوشین حامد: کیاوزیرآبپاشی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع شیخوپورہ پی پی۔162 میں کالا خطائی موڑ سے نارنگ تک پنجاب حکومت کے زیر انتظام زرعی رقبہ کو سیراب کرنے کے لئے کتنے ٹیوب ویل لگائے گئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پی پی۔162 شیخوپورہ میں اکثر ٹیوب ویل خراب ہو چکے ہیں؟

(ج) کیا حکومت پی پی۔162 شیخوپورہ کالا خطائی شاہدرہ موڑ سے نارنگ تک سرکاری ٹیوب ویلوں کی تعداد میں اضافہ کرنے اور جو خراب ہیں، ان کی مرمت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک نہیں تو وجہ بیان فرمائی جائے؟

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان):

(الف) پی پی۔162 ضلع شیخوپورہ میں کالا خطائی موڑ سے نارنگ تک تقریباً 100 ٹیوب ویلز لگائے گئے تھے جو کہ اریگیشن کے لئے نہیں بلکہ سیم اور تھور کو ختم کرنے کے لئے لگائے گئے تھے۔

(ب) یہ بات درست نہیں ہے کہ پی پی۔162 میں اکثر ٹیوب ویل خراب پڑے ہیں بلکہ گورنمنٹ کی پالیسی کے تحت 2000-1999 میں تمام سکارپ ٹیوب ویلز denotified ہو چکے ہیں۔

(ج) محکمہ اریگیشن کے تحت اب کوئی ٹیوب ویل نہیں چل رہا ہے جس کی تعداد بڑھائی جائے یا خراب کی مرمت کی ضرورت ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر بہت اہم، relevant اور to the point ہے۔ یہاں پر پانی کی چوری پر دفعہ 430 لگائی جاتی ہے جس میں کم جرمانہ، کم سزا اور bailable ہونے کی بات ہوئی ہے۔ میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ اسمبلی کا پچھلا دور 13-2008 گزرا ہے اس میں وزیر اعلیٰ صاحب نے پانی چوری کے حوالے سے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی، بہت شکریہ۔ مہربانی کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ پانی چوری کے خلاف وزیر اعلیٰ نے پچھلے دور حکومت میں جو13-2008 تک تھا اس میں ایک کمیٹی تشکیل دی تھی تاکہ پانی کی چوری کی روک تھام کی جا سکے۔ میں بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا پہلی میٹنگ میاں محمد شہباز شریف نے convene کی تھی اس کے بعد سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ میٹنگ کی سربراہی کرتے رہے۔ اس میٹنگ میں قانون سازی کے لئے ایک ڈرافٹ تیار ہوا تھا جس میں پانی چوری کی روک تھام کے لئے، اس جرم کو non bailable بنانے کے لئے دفعہ 379 لگائی گئی تھی، جرمانہ بڑھایا گیا تھا اور سزا بھی بڑھائی گئی تھی۔ اب وہ ڈرافٹ اسمبلی کے کسی قانون ساز ادارے میں پڑا ہو گا۔ میں یہ appeal کرتا ہوں کہ اسی ڈرافٹ کو نکلوا کر قانون سازی کے لئے ایوان میں پیش کیا جائے تاکہ پانی کی چوری ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اس وقت جو قوانین موجود ہیں اس کے مطابق دفعہ 430 جس میں کم سزا، کم جرمانہ اور bailable ہونے کی وجہ سے کسی کو خوف نہیں آتا اس لئے لوگ پانی چوری کر کے دوسرے بھائیوں کا خون پیتے ہیں۔ پانی چوری کی روک تھام کے لئے ایک ڈرافٹ اسمبلی کے اندر تیار پڑا ہو گا اس کو منگوا کر table کیا جائے اور قانون سازی کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! آپ اجلاس کے بعد لاء منسٹر صاحب سے مل لیں۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فتیانہ صاحب!

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک استحقاق دی تھی۔ اس کا اب تک کیا بنا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی تحریک استحقاق under process ہے۔ آپ میرے office آ کر اسے چیک کر لیں۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم Call Attention Notices لیتے ہیں۔ پہلا توجہ دلاؤ نوٹس جناب محمد عارف عباسی صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، عباسی صاحب!

راولپنڈی: مذہبی گروپوں کے درمیان تصادم سے 10افراد کی ہلاکت کی تفصیلات

315: جناب محمد عارف عباسی: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) بحوالہ روزنامہ "دنیا" مورخہ 15-11-2013 کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی فوارہ چوک پر دو مذہبی گروپوں میں تصادم میں 10 قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا اور 50 افراد زخمی ہوئے؟

(ب) مذکورہ واقعہ میں ملزمان کی گرفتاری میں کیا پیشرفت ہوئی ہے، ایوان کو مکمل تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جس دن اجلاس شروع ہوا تھا اس دن اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کی جانب سے بھی کافی معزز ممبران کا concern تھا اور انہوں نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ راولپنڈی میں جو سانحہ ہوا ہے وہ انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے اس کے متعلق تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔ اس پر یہی فیصلہ ہوا تھا کہ ایک توجہ دلاؤ نوٹس اپوزیشن کی طرف سے آ جائے تو اس کے جواب میں اس واقعہ سے متعلق تمام تفصیلات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! مورخہ 15-11-2013 کو دو مذہبی گروپوں میں تصادم ہوا جس کا مقدمہ نمبر 385 مورخہ 15-11-2013 بجرم 7ATA، 302،324،436،382،342،188،148 اور 149 تھانہ گنج منڈی محمد عارف ایس آئی، ایس ایچ او تھانہ گنج منڈی نے درج رجسٹرڈ کرایا۔ اس وقوعہ میں آج تک جو پیشرفت ہوئی ہے اس کے مطابق ایک Fact Finding Commission بنایا گیا تھا جو سابق چیئرمین سی ایم آئی ٹی نجم سعید صاحب کی سربراہی میں تھا۔ اس کے علاوہ اس واقعہ میں گیارہ افراد جاں بحق اور پچاس کے قریب زخمی ہوئے۔ اس مقدمہ کی تفتیش کے لئے ایک جوائنٹ انوسٹی گیشن ٹیم بنائی گئی جس کی سربراہی ایڈیشنل آئی جی، سی ٹی ڈی کر رہے ہیں اور اس میں پولیس کے علاوہ دیگر ایجنسیوں کے لوگ بھی موجود ہیں۔ یہ جوائنٹ انوسٹی گیشن ٹیم اس لئے بنائی گئی ہے کہ کسی طور بھی کسی کو اس مقدمہ میں غلط انداز سے involve نہ کیا جائے، کوئی گنہگار بچ نہ سکے اور کسی بے گناہ کو اس میں لایا نہ جا سکے۔

جناب سپیکر! سی سی ٹی وی کیمرہ کی فوٹیج بن رہی تھی، سپیشل برانچ اس جلوس کی فوٹیج بنا رہی تھی اور اس کے علاوہ پرائیویٹ میڈیا جو وہاں پر موجود تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سانحہ کے بعد یہ بات بھی

بہت strength کے ساتھ سامنے آئی ہے کہ پرائیویٹ میڈیا کی کوریج یہاں پر خبر کے لئے استعمال ہوتی ہے تو وہاں پر ایسے جرائم کی بیخ کنی کے لئے اور مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے بھی بہت کام آسکتی ہے۔ اس میں سی سی ٹی وی کیمرہ پرائیویٹ چینلز کی فوٹیج اور سپیشل برانچ کی کوریج کی بنیاد پر تقریباً 92 لوگوں کو شناخت کیا گیا ہے۔ ان 92 لوگوں میں سے 42 کے قریب وہ لوگ ہیں جو فوٹیج میں violence کرتے ہوئے پائے جارہے ہیں یعنی ایک آدمی بندوق چھین رہا ہے، ایک آدمی فائرنگ کر رہا ہے، ایک آدمی کسی کو ہلاک کر رہا ہے، ایک آدمی پرائیویٹ پراپرٹی یا اس مسجد کو آگ لگا رہا ہے۔ اس طرح تقریباً 42 ملزمان کے خلاف اتنی مستند شہادتیں موجود ہیں کہ یہ لوگ سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ ان میں سے اب تک 35 لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہاں پر جو انوسٹی گیشن ہو رہی ہے اس کی ٹیم اور Law Enforcing Agencies کی بڑی بھرپور کارکردگی ہے کہ 42 میں سے 35 لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے باقی جو 50 لوگ ہیں جیسے میں نے کہا ہے کہ 92 لوگوں کو شناخت کیا گیا ہے۔ اب ان کے role کو determine کیا جارہا ہے۔ اگر ایک آدمی violence کر رہا ہے تو دوسرا آدمی اس کے پاس کھڑا ہے تو کیا وہ اس کا ساتھ دے رہا ہے یا ویسے ہی کھڑا ہے یا اس کے وہاں کھڑے ہونے کی intention کیا ہے۔ اس معاملے کو اس طرح minutely دیکھا جارہا ہے اور اس کے مطابق اس چیز کو میرٹ پر یکسو کیا جائے گا۔ اس معاملہ میں جو 35 لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان میں پانچ پولیس ملازمین ہیں۔ ان میں سے دو شفقت شاہ اور امجد حسین شاہ اسلام آباد پولیس کے ملازم ہیں۔ ان کے علاوہ یاسر عباس، فیاض حسین شاہ اور شمیم الحسن پنجاب پولیس کے ملازم ہیں لیکن یہ تاثر غلط ہے کہ ان لوگوں کی وہاں پر ڈیوٹی تھی اس لئے انہوں نے ان لوگوں کو ہنگامہ کرنے کے لئے facilitate کیا لہٰذا ایسی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ اس جگہ پر ان لوگوں کی کوئی ڈیوٹی نہیں تھی اور کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ ویسے ہی اس mob میں شامل تھے جس mob نے وہاں پر ہلہ گلہ کیا، لوگوں کو ہلاک کیا اور properties کو نقصان پہنچایا۔ صورتحال یہ ہے کہ اس مقدمے میں اب تک جو لوگ پکڑے گئے تھے ان میں سے جو لوگ شناخت ہوئے ہیں ان کو گرفتار کیا گیا ہے، کچھ کی liability کا تعین کیا جارہا ہے جو ان کا criminal intent ہے اور باقیوں کو پولیس گرفتار کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے اوپر بڑا اعتراض ہوا اور میں افسوس سے یہ کہوں گا کہ ہمارے بعض مکاتبِ فکر کے علماء اس کو دوسری طرف لے گئے۔ ویسے میں بالعموم اور اجتماعی طور پر تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کا اپنی طرف سے، حکومتِ پنجاب کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے کردار کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پورے معاملے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا اور

معاملات کوmanageکرنے میں اپنا ایک مثالی اور قومی کردار ادا کیا لیکن بعض عناصر ایسے ہیں جو بات کو کسی دوسری طرف لے جانے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک issue یہ اٹھایا کہ جب راولپنڈی کا واقعہ ہو گیا تو اس کے بعد چھ سات جگہ پر اہل تشیع کی امام بارگاہوں یا مساجد کے خلاف violence ہوئی تو وہاں پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی جبکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور میں اس تاثر کو آج دُور کرنا چاہوں گا کہ سات جگہ پر violence ہوئی اور ان سات جگہوں پر سات مقدمات درج کئے گئے۔ مقدمہ نمبر755 تھانہ پیرودھائی میں درج ہوا، مقدمہ نمبر417اور387 تھانہ گنج منڈی میں درج ہوا، مقدمہ نمبر531, 834, 838اور مقدمہ نمبر391 مختلف تھانوں میں درج ہوئے ہیں۔ اگر سات جگہ پر violence ہوئی ہے تو سات جگہوں پر ہی مقدمات درج کئے گئے ہیں اور ان مقدمات میں بھی47 لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے اس لئے یہ کہنا کہ حکومت کسی طرف سختی اور کسی دوسری طرف otherwise رویّہ اپناتی ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف راولپنڈی واقعہ کے دوسرے دن تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے پنجاب اور پاکستان کے عوام کو یہ commitment دی تھی کہ اس واقعہ کے ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا، ان کو ایک نشان عبرت بنایا جائے گا اور اس میں جن لوگوں نے یہ سفاکی کی ہے اُن کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو ہمارے لئے وہ لوگ دہشتگرد اور شرپسند ہیں۔ ہمیں اُن کے کسی بھی فرقے یا عقیدے سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن جو لوگ اس طرح سے مسجدوں کو آگ لگائیں، مسجدوں میں موجود قرآنِ پاک کو آگ لگائیں اور properties کو آگ لگائیں وہ لوگ مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں ہیں اور ہماری نظر میں وہ لوگ مجرم، شرپسند اور دہشتگرد ہیں اس لئے ان کو یہ پوری قوم دیکھے گی۔ ان کے cases میں prosecution کی ٹیم کو first day سے بٹھایا گیا ہے تاکہ وہ ان cases کی تیاری میں کسی قسم کا lacuna نہ رہنے دیں اور ان کے مقدمات دہشتگردی کی عدالتوں میں with evidence in both sides بھجوائے جائیں اور وہاں پر ان کو سزا ہو۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ اس حوالے سے ایک Fact Finding Commission قائم کیا گیا تھا جس کے ذمہ یہ تھا کہ جو وہاں ڈیوٹی پر افسران موجود تھے اُن کے متعلق وہ اپنی finding تیار کریں جس کی رپورٹ کل گورنمنٹ کو موصول ہو گئی ہے۔ اس پر چیف منسٹر صاحب نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے تاکہ اس رپورٹ کے جو مندرجات ہیں اور اس رپورٹ میں جن لوگوں کو جس جس چیز

کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس کے مطابق ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔اس رپورٹ کا میں آخری پیرا پڑھ دیتا ہوں۔

In view of the above discussion, the Committee is of the view that disciplinary action, for their inefficiency, be taken against RPO, CPO Rawalpindi, four SSP's, one DSP, one Inspector and two SI's….

یعنی انکوائری کمیشن نے ان لوگوں کے خلاف یہ allegation prove کیا ہے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری میں غفلت سے کام لیا ہے جس کی بنیاد پر ان کے خلاف محکمانہ Rules and Regulations کے تحت disciplinary action ہونا چاہئے۔اس مقصد کے لئے آئی جی پنجاب، چیف سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جو ان تمام چیزوں کا جائزہ لے کر ان لوگوں کو بھی جنہوں نے اپنے فرائض میں غفلت برتی جن کی غفلت کی وجہ سے اس واقعہ میں دہشتگردوں اور شرپسندوں کو یہ موقع ملا کہ وہ پرائیویٹ املاک کو نقصان پہنچا سکیں لہذا ان کے خلاف بھی قانون اور ضابطے کے مطابق کارروائی کی جائے گی اس لئے میں اس معزز ایوان کے تمام ممبران بشمول اپوزیشن کے جو یہاں پر تشریف فرما ہیں اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملے میں کسی قسم کی جانبداری اور تساہل کو روا نہیں رکھا جا رہا کیونکہ چیف منسٹر صاحب خود اس معاملے میں ذاتی طور پر اس چیز کو ensure کر رہے ہیں کہ اس کیس کی investigation on merit ہو۔اس investigation سے کسی political personality یا کسی Government functionary کا کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ ایک independent team ہے جس میں تمام ایجنسیوں کے لوگ موجود ہیں یعنی کسی کے لئے یہ possible ہی نہیں ہے کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے کسی بے گناہ کو پھنسا دے یا کسی گناہ گار کو نکال لے بلکہ جن لوگوں کے اوپر جو ذمہ داری fix کی ہے باقاعدہ طور پر ان کے سامنے photage چل رہی ہے اور وہ خود اپنے آپ کو پہچان رہے ہیں کہ ہاں، ہم نے اُس دن یہ سفاکی کی ہے اور یہ قابل مذمت عمل کیا ہے۔اس انداز کے ساتھ ان مقدمات کی evidence اور بہتر طور پر prosecution ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان مقدمات کے چالان within time دہشتگردی کی عدالت میں پیش کر دیئے جائیں گے۔یہ مقدمات ایک مثال بنیں گے کہ ایسے لوگوں کو سزا ملے اور آئندہ کے لئے deterrence ہو۔ اسی طرح دوسری طرف جن مقدمات کے حوالے سے میں نے بتایا کہ جو ملزمان گرفتار ہوئے ہیں ان کے چالان بھی پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن افسران نے اپنے فرائض میں کوتاہی کی ہے اور انکوائری کمیشن

نے رپورٹ دی ہے تو ہمارے اوپر بڑا دباؤ تھا۔اس واقعہ کے دوسرے دن جب چیف منسٹر صاحب وہاں تشریف لے گئے تو میڈیا کی طرف سے بھی بڑے harsh questions تھے کہ آپ نے ابھی تک کچھ نہیں کیا اور کسی کو سزا نہیں دی تو اس میں یہ بات بھی پیش نظر تھی کیونکہ یہاں پر ہوتا یہ ہے کہ ایک واقعہ ہوا تو کہتے ہیں کہ فوری طور پر اس کو suspend کر دیں، ٹرانسفر کر دیں یا اس کو سزا دے دیں اور جب وہ معاملہ عدالت میں جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان کو notice نہیں دیا، چارج شیٹ نہیں کیا اور ان کو reply کرنے کا موقع نہیں دیا جس بنیاد پر یہ ساری چیزیں null and void ہو جاتی ہیں۔ اس مرتبہ Rules and Regulation کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔انکوائری کمیشن کی جو رپورٹ آئی ہے اس میں جس کے خلاف جو الزام ہے، میں ان افسران کو بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھی کوئی ناانصافی نہیں ہو گی اور انکوائری کمیشن نے ان کے خلاف جو allegations prove کئے ہیں ان کو باقاعدہ چارج شیٹ کیا جائے گا، ان سے باقاعدہ سوال کیا جائے گا کہ آپ نے اس دن اس طرح اپنے فرض میں غفلت برتی ہے۔اس پر افسران اپنا جواب دیں گے اور Rules میں provision کے مطابق صفائی کا پورا موقع دینے کے بعد جو لوگ سزا کے حق دار ہوں اُن کو سزا دی جائے گی۔ میں معزز ایوان کو اس بات کی on behalf of Government اور قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف یہ یقین دہانی کرواتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس معاملے میں بھرپور انداز سے میرٹ اور قانون کے مطابق act کیا جائے گا اور ان ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے انصاف کے کٹہرے میں پیش کیا جائے گا۔ شکریہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! میرے خیال میں کافی detail میں انہوں نے اس کا جواب دے دیا ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اسی detail کے متعلق بات کرنا چاہوں گا کہ آج تین ہفتے ہو گئے ہیں اور لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے Facts Finding Committee بنا دی ہے۔ Facts Finding Committee کی رپورٹ آ گئی ہے جس میں کمیٹی نے RPO, CPO, SSP, SP اور دیگر افسران کے خلاف باقاعدہ recommend کیا ہے کہ پولیس آرڈر 155 کے تحت ایف آئی آر درج کی جائے۔ میں اس Facts Finding Committee کی بات کر رہا ہوں جو کہ انہوں نے بنائی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ کہا کہ پولیس ایکٹ 1861 کے تحت انہیں service سے dismiss کیا جائے۔ میری صرف یہ استدعا ہے کہ آج تین ہفتے ہو گئے ہیں تو اس پر

ایک Review Committee بنانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ایک اتنا heinous واقعہ ہوا لیکن یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس کے بعد پورے ملک میں جس طرح سے یہ آگ پھیلنے کا خطرہ تھا اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس سے دوچار نہیں ہوئے لیکن یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ اگر اس کے بعد ناخوشگوار واقعات ہوتے رہتے تو ان سے ہزاروں جانیں ضائع ہو سکتی تھیں اس لئے اس پر Review Committee کا کوئی جواز نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو ماضی کی طرف لئے چلتا ہوں کہ کمیٹی بنی اور کمیشن بنا اور اس کمیٹی اور کمیشن کی رپورٹس کا کیا بنا؟ کسی کو کچھ پتا نہیں۔ اس ایوان کو پتا ہے نہ عوام کو پتا ہے۔ میں مثال دیتا ہوں کہ 2010 میں فلڈ کمیشن کی رپورٹ کا کیا بنا؟ فلڈ کمیشن کی رپورٹ میں یہ propose کیا گیا تھا کہ ان افسران کے خلاف نیب کے اندر مقدمات چلائے جائیں۔ پی آئی سی میں جعلی ادویات کی وجہ سے سینکڑوں لوگ مارے گئے اور اس پر کمیٹی بنی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! اسی موضوع پر رہیں تو میرا خیال ہے کہ بہتر ہو گا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اسی حوالے سے بات کرتا ہوں کہ یہ کمیشن جو بنتا ہے یا Facts Finding Committee بنی جس نے ایک رپورٹ دے دی تو اس رپورٹ پر فوراً عمل ہونا چاہئے۔ یہ "منڈا" ڈالنے والی بات ہے کہ Review Committee بن گئی ہے اور دو تین ماہ کے بعد جب یہ معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور یہ escape مل جائے گا اور سارے لوگ گھروں کو چلے جائیں گے اور واقعہ بھول جائیں گے۔ میں آپ کے توسط سے لاء منسٹر صاحب اور حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ جب یہ اتنا ایک sensitive معاملہ ہے، Facts Finding Committee کے متعلق انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے بنا دی ہے اور اس کی رپورٹ آئے گی تو کچھ کریں گے۔ میں اپوزیشن کی طرف سے، پنجاب کے اس منتخب ایوان کی جانب سے اور لوگوں کی طرف سے جن کی وہاں پر اموات اور شہادتیں ہوئی ہیں اور لاکھوں کروڑوں روپے کی املاک تباہ و برباد ہوئی ہیں تو آئندہ اس طرح کے واقعات سے بچنے کے لئے جو ذمہ داران ہیں انہیں نشان عبرت بنایا جائے، ان سے کوئی رو رعایت اور کوئی Review Committee بنا کر اس میں سے بچ نکلنے کا راستہ اگر حکومت انہیں دینا چاہے گی تو یہ شدید زیادتی ہو گی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس Facts Finding Committee کی رپورٹ پر من و عن عمل کیا جائے اور اس واقعہ کے ذمہ دار لوگوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ محترم اپوزیشن لیڈر نے دوسری reports کی بات کی ہے۔ جو اس سے پہلے inquiries ہوئی ہیں ان کے علم میں نہیں ہے وہ ان دونوں میں سے جس کسی کا بھی choice کر لیں اور وہ جس دن کہیں وہ inquiry reports بھی اور ان کے اوپر جو ایکشن ہوا ہے، میں اس کے متعلق انہیں apprise کرنے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر! یہ جعلی ادویات والی بات کر رہے ہیں تو یہ کسے نہیں معلوم کہ ہم نے تو کراچی میں جا کر انہیں گرفتار کیا اور اس میں جن لوگوں کی غفلت تھی ان کے خلاف proceed کیا گیا۔ اگر انہیں ہائیکورٹ نے bail دے دی ہے تو یہ عمل ہمارا نہیں ہے اور ہم خود کسی کو prosecute اور خود سزا نہیں دے سکتے۔ ہم evidence prosecution عدالت میں پیش کر سکتے ہیں اور اگر عدالت کسی کو bail پر لے لے تو اس میں حکومت کا کوئی عمل دخل نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس فیکٹری کے مالک کے پیچھے پورا کراچی اور پورا پاکستان سفارشی تھا لیکن even then ہم نے انہیں گرفتار کیا اور گرفتار کرنے کے بعد عدالت میں پیش کیا۔ عدالت نے انہیں بری نہیں کیا بلکہ bail لی ہے اور اس کے بعد مقدمہ زیر سماعت ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے میں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ انکوائری کمیشن کی رپورٹ پر کوئی Review Committee ہے۔ No Review Committee بات یہ ہے کہ انکوائری کمیشن نے جو facts finding کی ہے۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر! جو Facts Finding Report آئی ہے یہ باقاعدہ it's law ہے اور یہ rules ہیں کہ اس پر ایک آفیسر کو Competent Authority مقرر کیا جاتا ہے جو انہیں چارج شیٹ کرے گا کیونکہ اگر ان کے اوپر الزام ہے تو ان سے جواب بھی تو لینا ہے ناں۔ انہیں personal hearing دینے کے بعد ان facts finding کی بنیاد پر بالکل سزا ملے گی۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ کوئی بھی ملزم خواہ وہ آفیسر ہوں، غفلت کے مرتکب ہوں یا جو ملزمان جن کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے وہ انشاء اللہ اس case میں سزا سے نہیں بچیں گے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میرا ایک point رہ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! بڑی تفصیل کے ساتھ بات ہو گئی ہے۔ لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے دوران آپ بات کر لیں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اس واقعہ کا ایک پہلو یہ تھا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! توجہ دلاؤ نوٹس کے لئے 15 منٹ کا وقت ہوتا ہے جبکہ دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس میرے سامنے پڑا ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! یہ زیادتی ہو گی اگر میں یہ بات نہ کروں کہ ایک طرف تو انہوں نے انتظامیہ کے خلاف بڑی میٹھی سی تقریر کر دی اور ہم بھی دیکھیں گے کہ جو اس پر ہو رہا ہو گا لیکن ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہاں پر لوگوں کی پراپرٹیز بھی ضائع ہوئی ہیں، لوگوں کی دکانیں جلی ہیں۔ وہ لوگ سڑکوں پر آ گئے ہیں، جو یتیم ہوئے جن کے پیارے مارے گئے وہ علیحدہ ہیں اور زخمی ہوئے وہ علیحدہ ہیں۔ وہ لوگ جن کی پراپرٹی ضائع ہوئی، جن کی دکانیں جلائی گئیں اور جو راتوں رات فٹ پاتھوں پر آ گئے ان کے لئے حکومت نے ابھی تک اعلانات کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ لوگ انتہائی پریشانی اور کسمپرسی کی حالت میں ہیں۔ ان سے اس وقت وعدے تو بہت کئے اور ہر بندے نے ان کے پاس جا کر وعدے کر لئے لیکن ابھی تک وہ بے چارے جو کل تک اچھے خاصے خوشحال تھے لیکن آج وہ روٹی کے نوالے سے بھی مجبور ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے اگر منسٹر صاحب بتائیں کہ جو اعلانات یا وعدے ہوئے ہیں ان پر کب تک اور کس طرح عمل ہو گا؟ ان کی انتظامیہ کے متعلق باتوں کے حوالے سے میں قائد حزب اختلاف کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ اس پر مٹی ڈالنے والی بات نظر آ رہی ہے۔ یہ جو انکوائری، اس پر Review Committee اور اس پر سزائیں دینے کی بات تو میرا یہ مطالبہ ہے کہ جن لوگوں کے پیارے مارے گئے ان کے لواحقین کی طرف سے انتظامی افسران کے خلاف ایف آئی آر درج کی جائیں اور ان لواحقین کو مدعی بنایا جائے۔ ان ملزموں کے خلاف ایف آئی آر درج کی جائیں اور جو identify ہوں ان بھی لواحقین کو مدعی بنایا جائے تاکہ کل حکومت کی کسی بھی قسم کی لاپرواہی سے یہ ہمارا خون ضائع نہ جائے اور اسے مثال بنا دیں تاکہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل ٹھیک ہے۔ بہت شکریہ

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! ایک اور بات کروں گا کہ حکومت کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ میڈیا کی ذمہ داری اور میڈیا کی حب الوطنی کی وجہ سے اس واقعہ کے بعد مزید واقعات نہیں پھیلے۔ میں اس پر

میڈیا کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس issue پر جس ذمہ داری کے ساتھ انہوں نے reporting کی اور یہ آگ پورے پاکستان میں نہیں لگی اور وہیں بجھا دی گئی تو اس میں انتظامیہ کا کوئی کمال نہیں ہے۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ /قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم عباسی صاحب نے جو سوال کیا ہے میں نے اسی کا جواب عرض کرنا تھا۔ اگر میں اس سے زیادہ عرض کرتا تو پھر بھی انہوں نے اس پر ناراض ہونا تھا۔ انہوں نے پراپرٹی کے نقصان کے متعلق اب یہاں پر بات کی تو یہ بات ان کے سوال میں موجود نہیں ہے۔ اب انہوں نے ضمناً بات کی ہے تو میں یہ عرض کروں کہ وہاں پر پرائیویٹ پراپرٹی کا جتنا نقصان ہوا ہے، سیکرٹری سی اینڈ ڈبلیو اس دن سے وہاں پر موجود ہیں، وہاں پر ایک Damages Assessment Committee بنائی گئی ہے جس کی ایم این اے ملک ابرار صاحب اور دیگر افسران assessment کر رہے ہیں۔ اس میں باقاعدہ تاجر تنظیموں جن کی وہاں پر دکانیں تھیں، ان کے نمائندوں کو بھی ڈالا گیا ہے۔ جلنے والی مدینہ مارکیٹ کے صدر اس کمیٹی کا حصہ ہیں اور انہوں نے پوری assessment کی ہے۔ اس assessment کے مطابق 24 کروڑ روپے کی رقم چیف منسٹر پنجاب نے release کی ہے اور باقی رقم آئندہ release ہو گی۔ (نعرہ ہائے تحسین) وہاں موقع پر کام شروع ہو چکا ہے میرے بھائی کبھی وہاں موقع پر تشریف تو لے جائیں۔ راولپنڈی میں جب یہ واقع ہوا تو اُس وقت بھی میرے بھائی اِدھر اُدھر ہی رہے اور بعد میں میرے ساتھ گلہ کرتے رہے۔ یہ موقع پر تشریف لے جائیں وہاں پر کام شروع ہو چکا ہے۔ اس پرائیویٹ مارکیٹ کو بھی وزیر اعلیٰ نے تعمیر کر کے دینے کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کا گھر جس کو نقصان پہنچا ہے اس کو بھی تعمیر کر کے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ پرائیویٹ لوگوں کے نقصان کو بھی compensate کیا جائے گا اور اس مقصد کے لئے ایک خطیر رقم ابتدائی طور پر release کی گئی ہے۔ جیسے جیسے assessment آئے گی اُس کے مطابق حکومت ان تمام لوگوں کو rehabilitate کرے گی، جو لوگ اس واقعہ میں شہید ہوئے ہیں ان تمام کے لواحقین کو جو ایک standard رقم ہے وہ دی جائے گی۔ یہ رقم کسی جان کا نعم البدل تو نہیں ہے لیکن بہر حال یہ گورنمنٹ کی ایک ذمہ داری ہے، یہ ان لوگوں سے اظہار افسوس اور اظہار ہمدردی ہے۔ ان لوگوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے کے چیک ادارہ تعلیم القرآن کے سربراہ مولانا اشرف علی صاحب کے ذریعے سے پہنچائے گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس 316 میاں طاہر کا ہے۔

ضلع فیصل آباد: موٹر سائیکل سواروں کی فائرنگ سے دو پولیس اہلکاران کی ہلاکت کی تفصیلات

میاں طاہر: جناب سپیکر! شکریہ۔ کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 25۔نومبر 2013 ٹی وی چینل "وقت" نیوز کی خبر کے مطابق جڑانوالہ تھانہ (ضلع فیصل آباد) کے دو محرر محمد یٰسین اور ظہیر احمد کو ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جاتے ہوئے موٹر سائیکل سوار افراد نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا؟

(ب) اس واقعہ کی مکمل تفصیلات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر لوکل گورنمنٹ وکمیونٹی ڈویلپمنٹ/قانون وپارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر!

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 13-11-24 تقریباً 50-1 بجے دن ظہیر احمد کانسٹیبل نمبر 243-C اور محمد یٰسین تھانہ جڑانوالہ ڈیوٹی پر موجود تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ تین کس نا معلوم criminal مشکوک حالت میں ایک جگہ پر موجود ہیں۔ انہوں نے وہاں پر جا کر ان کو arrest کرنے کی کوشش کی لیکن اُن کی جوابی فائرنگ سے یہ دونوں کانسٹیبل شہید ہو گئے۔

(ب) اس واقعہ کے بعد ایس پی کی زیر نگرانی ایک ٹیم بنائی گئی ہے جو اس علاقے میں مشتبہ لوگوں کو investigate کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں پولیس ایک clue پر پہنچی ہے اور امید ہے کہ بہت جلد ان criminals کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر! اس واقعہ میں جو کانسٹیبل شہید ہوئے ہیں، جو شہادت کا پیکج حکومت نے منظور کیا ہوا ہے اس کے مطابق ان کی families کی مدد کی جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ توجہ دلاؤ نوٹس کا وقت ختم ہوا۔ تحریک استحقاق کوئی نہیں ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 618/13 میاں محمد اسلم اقبال کی ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں لائے یہ تحریک التوائے کار Monday تک pending کی جاتی

ہے۔اگلی تحریک التوائے کار میاں محمود الرشید، میاں محمد اسلم اقبال اور ڈاکٹر مراد راس کی طرف سے ہے اس کا نمبر 622/13 ہے۔

لاہور میں مسلم لیگ (ن) سے تعلق رکھنے والے ایم پی ایز کو ترقیاتی فنڈز کا اجراء

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 13۔ستمبر 2013 کی خبر کے مطابق حکومت پنجاب نے لاہور شہر میں مسلم لیگ (ن) سے تعلق رکھنے والے 22 ممبران صوبائی اسمبلی کے علاقوں میں ترقیاتی کام کروانے کے لئے فی کس 81،81 لاکھ روپے مختص کر دیئے ہیں اور انہیں فوری طور پر فنڈز بھی جاری کرنے کی ہدایت جاری کر دی گئی۔لاہور شہر میں ممبران صوبائی اسمبلی کی 25 نشستیں ہیں جن میں 22 مسلم لیگ (ن) اور تین پاکستان تحریک انصاف کی ہیں۔صوبائی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر میاں محمود الرشید، میاں محمد اسلم اقبال اور ڈاکٹر مراد راس کے حلقوں کے لئے فنڈز جاری نہیں کئے گئے۔ حکومت پنجاب کی جانب سے مذکورہ احکامات کی روشنی میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور نے متعلقہ افسران کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وہ فوری طور پر مسلم لیگ (ن) سے تعلق رکھنے والے ارکان اسمبلی کے حلقوں میں ہونے والی ترقیاتی کاموں کی لسٹیں ممبران کی مشاورت سے مرتب کر کے کام شروع کروائیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا اس کو next week تک pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کو next week تک pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 630/13 جناب خان محمد جہانزیب خان کھچی، محترمہ شُنیلا رُوت اور جناب محمد صدیق خان کی طرف سے ہے۔یہ ابھی تک پڑھی نہیں گئی۔

گورنمنٹ انگلش میڈیم گرلز ہائی سکول "رکھ ماچھیکے" شیخوپورہ کی ہیڈ مسٹریس کا نصابی کتب کو کباڑیئے کو فروخت کرنا

جناب محمد صدیق خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جناح" مورخہ 16۔ستمبر 2013 کی خبر کے مطابق حکومت پنجاب نے تعلیم کو عام کرنے کے لئے سرکاری سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کو کتابیں مفت فراہم کرنے کا پروگرام چلایا ہوا ہے جس کے تحت شیخوپورہ میں گورنمنٹ انگلش میڈیم گرلز ہائی سکول "رکھ ماچھیکے" کو بھی مفت کتابیں فراہم کر دی گئیں مگر سکول کی ہیڈ مسٹریس شہناز لطیف نے حکومت کی طرف سے بچوں کو فری دینے کے لئے ملنے والی کتابیں ایک کباڑیئے کو بلا کر صرف 15 روپے فی کلو کے حساب سے فروخت کر دیں۔ کباڑیئے کو فروخت کی جانے والی کتابوں میں ساتویں سے لے کر دسویں کلاس تک کی کتابیں شامل ہیں۔ لاکھوں روپے کی لاگت سے چھپنے والی کتابیں صرف 4 ہزار روپے میں فروخت کی گئیں۔ کباڑیئے پرویز اور فرحت شاہ نے بتایا کہ ہیڈ مسٹریس نے چوکیدار کے ذریعے انہیں سکول بلایا اور انہوں نے نئی کتابوں کے بنڈل 15 روپے کلو کے حساب سے خریدے۔ کباڑیئے نے سرکاری سکول کی ہیڈ مسٹریس سے کئی من کتابیں خریدیں۔ محکمہ ایجوکیشن حکام کو جب سرکاری سکولوں کی کتابیں کباڑیئے کے پاس فروخت کرنے کی خبر ملی تو انہوں نے کباڑیئے کی دکان سے سینکڑوں کتابوں کے بنڈل برآمد کئے۔ محکمہ تعلیم حکام کباڑیئے کو لے کر جب گورنمنٹ انگلش میڈیم گرلز ہائی سکول پہنچے تو ہیڈ مسٹریس سیخ پا ہو گئی اور گیٹ کو تالے لگوا کر انکوائری کے لئے آنے والے محکمہ تعلیم کے افسران کو اندر داخل ہونے سے روک دیا۔ اُلٹا 15 پر فون کر کے پولیس کو بلا لیا کہ چند بد قماش لوگ سکول میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہیڈ مسٹریس نے بتایا کہ اس نے ردی سمجھ کر یہ کتابیں فروخت کی تھیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! جو محکمہ کی طرف سے جواب موصول ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ گرلز ہائی سکول رکھ ماچھیکے فاروق آباد روڈ تحصیل و ضلع شیخوپورہ میں ہیڈ مسٹریس نے حکومت پنجاب کی طرف سے 2011 میں مفت فراہم کی جانے والی کتابوں کی

فروخت کرنے کے بارے میں علم ہونے پر محکمہ تعلیم کے ذمہ داران افسران کے خلاف ابتدائی انکوائری زیر عمل ہے۔ رپورٹ آنے پر جو اس میں ذمہ دار پایا جائے گا ان کے خلاف PEEDA Act 2006 کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! یہ انکوائری کب تک complete ہو جائے گی؟

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میں منسٹر ایجوکیشن سے پوچھ کر بتا سکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ ایک ہفتہ لگ جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں! ہم اس کو next week تک pending کرتے ہیں۔ منسٹر صاحب! آپ next week کے بعد اس کا مکمل جواب دیں گے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 631/13 محترمہ شُنیلا رُوت صاحبہ، ڈاکٹر نوشین حامد، محترمہ راحیلہ انور اور محترمہ ناہید نعیم صاحبہ کی طرف سے ہے۔ میرے خیال میں یہ نہیں پڑھی گئی اس کو پڑھ دیں۔

تحصیل چک جھمرہ کے رہائشی صفدر علی اعوان کی بیٹی کی ڈاکٹروں کی غفلت سے ہلاکت

محترمہ شُنیلا روت: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "جناح" مورخہ 16۔ستمبر 2013 کی خبر کے مطابق چک جھمرہ شہر کے رہائشی صفدر علی اعوان کی سات سالہ بیٹی ڈینگی سے ہلاک ہو گئی۔ بچی کے والد کے مطابق ایک ہفتہ قبل اس کی طبیعت خراب ہوئی تو وہ اپنی بچی کو مقامی پرائیویٹ ڈاکٹر کے کلینک پر لے گئے اور چند دن وہاں علاج کے بعد اس نے جواب دے دیا۔ بعد میں بچی کو ٹی ایچ کیو ہسپتال لے جایا گیا تو انہوں نے بھی اسے داخل کرنے کی بجائے ہسپتال میں تعینات چائلڈ سپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا اور چند گھنٹے اس نے اپنے پاس زیر علاج رکھنے کے بعد بچی کو ڈینگی قرار دیتے ہوئے اسے الائیڈ ہسپتال فیصل آباد refer کر دیا۔ جہاں پر وہ جاں بر نہ ہو سکی اور ہلاک ہو گئی۔ بچی کے والد صفدر علی کے مطابق سرکاری طور پر بچی کے علاج معالجہ میں غفلت کا مظاہرہ کیا گیا جس سے بچی ہلاک ہوئی۔ شہریوں کے مطابق وہ اس ہلاکت سے خوف میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈینگی میں مصروف سرکاری عملہ و افسران کا کردار صرف واک تک رہا ہے اور عملاً ڈینگی کے خاتمہ

کے لئے انہوں نے کچھ نہ کیا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر انسانی حقوق واقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! اس سلسلے میں گزارش کی جاتی ہے کہ مورخہ 2013-09-14 کو ایک بچی نور فاطمہ دختر محمد صفدر عمر تقریباً ساڑھے پانچ سال رہائشی چمڑہ منڈی گلی نمبر 1 چک جھمرہ کو تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال چک جھمرہ کے مشہور ماہرین امراض بچگان ڈاکٹر عمران جیلانی کے پرائیویٹ کلینک پر ساڑھے سات بجے شام لایا گیا۔ بچی کو اس وقت تیز بخار تھا اور fits پڑ رہے تھے۔ پچھلے تین دنوں سے ڈاکٹر عمران جیلانی ماہر امراض اطفال نے بچی کا طبی معائنہ کیا اور اسے Allied Hospital فیصل آباد مزید علاج کے لئے refer کر دیا۔ مگر بچی کے لواحقین نے ڈاکٹر عمران جیلانی کی رائے کے برعکس بچی کو ڈسٹرکٹ ہسپتال لے گئے، بچی کو تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال چک جھمرہ کی سرکاری ایمبولینس پر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال تقریباً رات 10 بجے پہنچایا۔ بچی کا علاج وہاں پر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر شعبہ امراض بچگان کے ایمرجنسی وارڈ میں کیا گیا۔ وہاں ڈاکٹر کی رائے کے مطابق بچی کو ڈینگی بخار نہیں تھا اور ایک ڈاکٹر کے خیال کے مطابق اس کا سر bleeding تھا۔ 15۔ ستمبر 2013 کو صبح بچی کے لواحقین ہسپتال انتظامیہ اور ڈاکٹروں کو بتائے بغیر وہاں سے بچی کو لے گئے۔ they left without medical advice۔ 15۔ ستمبر 2013 تقریباً 10 بجے کر 15 منٹ پر بچی نور فاطمہ دختر محمد صفدر کو الائیڈ ہسپتال کے امراض بچگان کی ایمرجنسی میں لایا گیا۔ بچی کی حالت اس وقت بہت زیادہ serious تھی اور اس کا سانس بھی اکھڑ ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے بچی کی زندگی کو بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کی مگر بچی جانبر نہ ہو سکی اور وہاں پر ڈاکٹروں کے بورڈ اور رائے کے مطابق بچی کی موت کا سبب گردن توڑ بخار تھا اور بچی کی ہلاکت ڈینگی بخار کی وجہ سے بالکل نہیں ہوئی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کا جواب آ گیا ہے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کا نمبر 636/13 چودھری عامر سلطان چیمہ اور سردار وقاص حسن موکل کی طرف سے ہے۔

ملک پارک شاہدرہ لاہور میں نام نہاد ادارہ کا مفت علاج کا جھانسہ دے کر گردہ نکالنا

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ڈان" مورخہ 16۔ستمبر 2013 لاہور میں غیر قانونی طور پر گردہ فروشی کے کاروبار کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ملک پارک شاہدرہ لاہور میں ملزمان نے ایک نام نہاد ادارہ مفت علاج کے لئے کھول رکھا تھا جہاں وہ ضرورت مند افراد کو جھانسہ دے کر لاتے، اُن کے ٹیسٹ وغیرہ کرواتے پھر اُنہیں راولپنڈی بھیج دیتے، جہاں ایک لیبارٹری بنام العرب لیبارٹری میں اُن کے گردے نکال لئے جاتے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ گردہ فروشی کے واقعات آئے روز منظر عام پر آتے ہیں لیکن ملزمان کو سزائیں نہ ملنے کی وجہ سے یہ کاروبار جاری رہتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت گردہ فروشی کے گھناؤنے کاروبار کو روکنے کے لئے مؤثر اقدامات اٹھائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر انسانی حقوق واقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! سردار وقاص حسن موکل صاحب کی طرف سے یہ بڑی اہم تحریک پیش کی گئی ہے اور اس بارے میں حکومت پنجاب نے انتظامات کئے ہیں۔ حکومت پنجاب نے گردہ فروشی اور انسانی عضاء کی خرید و فروخت کے غیر قانونی کام کے سدباب کے لئے ایک قانون Human Organ Transplant Act-2012 بنایا ہے جس کے تحت یہ خود مختار اتھارٹی Human Organ Transplant Authority قائم کی گئی ہے۔ اس اتھارٹی کو انسانی عضاء بشمول گردہ فروشی کے غیر قانونی کام کو روکنے اور اس کو قانونی دائرہ کار میں رکھنے کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ مندرجہ بالا قانون کے تحت انسانی عضاء اور گردہ فروشی کے گھناؤنے دھندے میں ملوث افراد اور اداروں کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے اور یہ جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عوام الناس اس گھناؤنے جرم میں ملوث لوگوں کی نشاندہی کے لئے مندرجہ بالا اتھارٹی سے رابطہ کر سکتی ہے جو کہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی میں کام کر رہی ہے۔ اس ضمن میں محکمہ صحت پنجاب اپنی ذمہ

داریوں سے مکمل طور پر آگاہ ہے اور مؤثر اقدامات کے ذریعے گھناؤنے کاروبار کے سدباب کے لئے کوشاں ہے۔ شکریہ

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر! میں اس پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ کو اس کا جواب مل گیا ہے۔ مزید اگر کوئی بات ہے تو آپ منسٹر صاحب سے رابطہ کریں۔ یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 13/651 محترمہ حمیدہ خالد خان اور جناب احمد شاہ کھگہ صاحب کی طرف سے ہے۔

ٹھوکر نیاز بیگ تا چوبرجی ملتان روڈ کی سوڈیوال تا سمن آباد توسیع نہ کرنے کی وجہ سے مسافروں، طالب علموں اور مریضوں کو پریشانی کا سامنا

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے عوام الناس کی دیرینہ پریشانی کو ختم کرنے کی غرض سے ٹھوکر نیاز بیگ تا چوبرجی ملتان روڈ لاہور کو دونوں جانب سے وسیع کیا اور اس پراجیکٹ کو دو فیز میں بنایا۔ ٹھوکر نیاز بیگ تا سوڈیوال تک روڈ کی دونوں جانب سے توسیع تو کر دی گئی لیکن سوڈیوال تا سمن آباد نالے تک روڈ کی کوئی توسیع نہ کی گئی جس کی وجہ سے سمن آباد موڑ پر ٹریفک ہر وقت جام رہتی ہے جس کی بناء پر نہ صرف دفتری لوگوں کو دفاتر، طلباء و طالبات کو سکول و کالج پہنچنے میں مستقل پریشانی رہتی ہے بلکہ مریضوں کو بھی ہسپتال پہنچانے میں بے حد مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ جو مسافر ٹھوکر نیاز بیگ سے بہت پر سکون طریقے سے آ رہے ہوتے ہیں وہ سمن آباد آ کر شدید ذہنی کوفت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ملتان روڈ چوبرجی تا ٹھوکر نیاز بیگ کی توسیع کا منصوبہ جو گورنمنٹ نے اربوں روپے لگا کر بنایا لیکن عوام الناس کی نظر میں یہ منصوبہ سمن آباد کی توسیع نہ ہونے کی وجہ سے فیل سمجھا جا رہا ہے۔ اس حصہ کی توسیع نہ کر کے صوبہ بھر کی عوام میں بالعموم اور لاہور کے باسیوں میں بالخصوص سخت غم و غصہ اور اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میری اس میں humble سی submission ہے کہ اس کو next week تک pending فرمادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،اس کو next week تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 652/13 سردار وقاص حسن موکل، احمد شاہ کھگہ اور ڈاکٹر محمد افضل صاحب کی طرف سے ہے۔

لاہور میں غازی آباد پولیس کے نجی ٹارچر سیل سے چودہ سالہ طالب علم برآمد

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ڈان" لاہور مورخہ 18۔ ستمبر 2013 کے مطابق لاہور میں غازی آباد پولیس کے نجی ٹارچر سیل پر چھاپہ مار کر چھت سے اُلٹا لٹکائے 14 سالہ لڑکے کو برآمد کرا لیا گیا۔ مبینہ طور پر تھانہ غازی آباد نے نویں جماعت کے طالب علم 14 سالہ لڑکے کو چوری کے الزام میں گرفتار کیا تھا۔ تاہم طالب علم علی رضا نے چھاپہ مار ٹیم کو بتایا کہ وہ چھ روز قبل تھانے میں خود ہی پیش ہوا تھا۔ پولیس اسے تھانہ سے ٹارچر سیل لے آئی جہاں اسے ہتھکڑی لگا کر رکھا گیا تھا۔ جب ٹارچر سیل سے ہتھکڑی لگے لڑکے کو برآمد کیا گیا تو اس وقت سادہ لباس میں ملبوس پولیس اہلکار بحث و تکرار کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے اور میڈیا کی ٹیم لڑکے کو لے کر پولیس کا انتظار کرتی رہی لیکن تھوڑی دیر بعد کچھ اور پولیس اہلکار آئے اور لڑکے کو زبردستی اپنے ساتھ موٹر سائیکل نمبر LZC-4152 پر لے کر چلے گئے۔ لڑکے کے لواحقین اور علاقہ کے لوگوں نے احتجاج کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ پولیس گردی اور تھانہ کلچر کے خاتمہ کے لئے حکومت اپنے وعدوں پر عملدرآمد کرے اور نجی ٹارچر سیلوں کے خاتمہ کے لئے فوری اقدامات کرے اور عوام کو پولیس کے ظلم و ستم سے بچایا جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میری submission ہے کہ اس کو بھی next week تک pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 653/13 چودھری عامر سلطان چیمہ، سردار وقاص حسن موکل اور محترمہ باسمہ چودھری کی طرف سے ہے۔ جی، سردار وقاص حسن موکل!

لاہور، جی او آر۔IV خوشنما کے گراؤنڈ فلور کے رہائشیوں کی تجاوزات سے دیگر الاٹیوں کو مشکلات کا سامنا

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جی او آر۔IV خوشنما میں گراؤنڈ فلور کے چند الاٹیوں نے encroachment کی ہوئی ہے جس بنا پر دیگر الاٹیوں کے لئے پارکنگ کی مشکلات سامنے آ رہی ہیں اور سکیورٹی کے معاملات میں بھی گارڈز کو دِقّت کا سامنا ہے۔Encroachment کی وجہ سے جی او آر خوشنما میں چوری کی وارداتوں میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ سرکاری رہائش گاہوں میں encroachment کے بڑھتے ہوئے رجحان کے خاتمہ کے لئے چند سال قبل وحدت کالونی لاہور میں جب آپریشن کیا گیا تھا، اُس وقت تمام blocks میں encroachment کا خاتمہ کیا گیا تھا لیکن جی او آر شاید افسران کی رہائش کی جگہیں ہیں جہاں آپریشن نہیں کیا گیا۔ جی او آر۔IV میں encroachment کی وجہ سے الاٹیوں کو شدید پریشانی، ذہنی کوفت، سکیورٹی کی عدم دستیابی، پارکنگ کے مسائل اور الاٹیوں کے باہم جھگڑوں کی بنیادی وجہ ہے لہٰذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! یہ بھی ایس اینڈ جی اے ڈی ڈیپارٹمنٹ سے متعلق ہے اس کو next week تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 654/13 محترمہ شُنیلا رُوت، ڈاکٹر نوشین حامد اور محترمہ سعدیہ سہیل رانا کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ شُنیلا رُوت!

لاہور کی منڈیوں میں چین، برما، سنگاپور اور انڈیا سے خریدے گئے غیر معیاری لہسن اور ادرک سے انسانی صحت کو شدید خطرات کا خدشہ

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" مورخہ 18۔ ستمبر 2013 کی خبر کے مطابق لاہور کی منڈیوں میں ان دنوں چین، برما، سنگاپور اور انڈیا سے بھاری مقدار میں لہسن اور ادرک امپورٹ کیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ لاہور کی سبزی منڈیوں میں بعض امپورٹرز غیر معیاری ادرک اور لہسن درآمد کر کے اسے اپنے گوداموں میں تیزاب اور ٹاٹری مصالحہ کے ذریعے دھوتے ہیں تاکہ ان کی صفائی بھی ہو جائے اور رات بھر تیزاب یا مصالحہ والے پانی میں بھیگا رہنے سے ان کا وزن بھی بڑھ جائے۔ اس طرح سے دُھلا اور چھلا ہوا ادرک اور لہسن انسانی صحت کے لئے سنگین خطرات پیدا کر رہا ہے لیکن محکمہ زرعی مارکیٹنگ سمیت دیگر ادارے خاموش ہیں۔ دریں اثناء معلوم ہوا ہے کہ محکمہ زراعت کی کمزور پالیسیوں کی وجہ سے ٹماٹر کی پیداوار میں خطرناک حد تک کمی آ گئی ہے اور اس وقت ملک بھر میں بالخصوص لاہور میں ٹماٹر کی دستیابی کا تمام دارومدار بھارت سے آنے والے ٹماٹر پر ہے اگر بھارت سے ایک ہفتہ کے لئے ٹماٹر کے امپورٹ بند ہو جائے تو لاہور میں ٹماٹر کی قیمت 300 روپے فی کلو سے بھی تجاوز کر جائے گی لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر انسانی حقوق و اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! اس ضمن میں عرض ہے کہ سبزی منڈی لاہور میں آج سے چند سال پہلے تک برآمدی ممالک یعنی چائنا، سنگاپور، برما اور تھائی لینڈ وغیرہ سے ادرک بغیر دھلائی کے درآمد ہوتا تھا لہذا درآمد شدہ ادرک دھو کر ہی فروخت کرنا پڑتا تھا اس طرح برآمدی ممالک کو بہتر قیمت وصول نہ ہوتی تھی۔ اب یہ ممالک ادرک دھو کر درآمد کر رہے ہیں، ادرک جس پیکنگ میں درآمد ہوتا ہے اسی طرح تھوک مارکیٹ میں فروخت کر دیا جاتا ہے۔ تھوک مارکیٹ میں اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی process نہیں ہوتا۔ پرچون فروش ادرک کو تھوک میں خرید کر صارفین کے لئے پُرکشش اور جاذب نظر بنانے کے لئے تیزاب اور ٹاٹری وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور پہلے کی نسبت بہتر قیمت وصول کرتے ہیں۔ جہاں تک لہسن کا تعلق ہے یہ بھی چائنا اور انڈیا سے درآمد ہوتا ہے۔ تھوک مارکیٹ میں جس پیکنگ میں درآمد ہوتا ہے اسی پیکنگ میں فروخت کر دیا

جاتا ہے۔ پرچون فروش گاہک کی سہولت کے لئے چھیل کر فروخت کر کے زیادہ منافع کماتے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں عوامل مارکیٹ میں انجام نہیں پاتے بلکہ مارکیٹ سے باہر پرچون کی سطح پر انجام پاتے ہیں لہذا مارکیٹ سے باہر محکمہ زراعت کا کوئی عمل دخل نہ ہے۔ عام طور پر پنجاب میں ٹماٹر بلوچستان کے علاقہ قلعہ سیف اللہ کوئٹہ اور سندھ کے علاقہ بدین سے آتا ہے۔ اس سال ان علاقوں سے ٹماٹر کی آمد سابقہ سال کی نسبت کم ہے۔ ٹماٹر کی اس کمی کو انڈیا سے درآمد کر کے پورا کیا جا رہا ہے تاکہ اس کی قیمتوں میں استحکام رہے۔ پنجاب میں ٹماٹر کی بوائی نومبر کے وسط میں شروع ہوتی ہے اور یہ مئی تا جولائی میں پنجاب کی منڈیوں میں دستیاب ہوتا ہے تب ٹماٹر کی قیمتوں میں کافی استحکام آتا ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اس کا جواب آ گیا ہے لہذا اسے dispose of کیا جاتا ہے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! میں اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔ ادرک اور لہسن کو جو تیزاب اور ٹاٹری لگا کر رکھنے کا معاملہ ہے یہ درست ہے اور medically proved ہے۔ اس حوالے سے کئی ایسے واقعات سامنے آئے ہیں جس پر serious action لینے کی ضرورت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! میں تحاریک التوائے کار ختم کر لوں، پانچ منٹ رہتے ہیں اس کے بعد آپ بات کر لیجئے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے اس کا جواب دیا جائے کہ کیا retail business گورنمنٹ کی jurisdiction نہیں ہے؟ وزیر موصوف نے تو یہ کہہ دیا کہ retail business ہماری jurisdiction نہیں ہے آپ نے بھی سُنا ہے، ایوان نے بھی سُنا ہے۔ آپ اس معاملہ کو دیکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اگلی تحریک التوائے کار نمبر 661/13 سردار وقاص حسن موکل، ڈاکٹر محمد افضل اور سردار محمد آصف نکئی صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔ کوئی موجود نہیں ہے لہذا اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 664/13 ڈاکٹر مراد راس اور محترمہ شُنیلا رُوت صاحبہ کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ شُنیلا رُوت!

صوبہ کے پنشنرز عدالت عظمیٰ اور محتسب اعلیٰ پنجاب کے حکم کے باوجود پنشن میں اضافہ کی رقم سے محروم

محترمہ شُنیلارُوت: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے حکم مورخہ 24- اپریل 2013 میں ریٹائرمنٹ کے 15 سال بعد کمیوٹیڈ پورشن آف پنشن کی تمام اضافہ جات کے ساتھ بحالی کا حکم جاری کیا ہے جس پر وزارت خزانہ حکومت پاکستان اسلام آباد نے سپریم کورٹ کے حکم مورخہ 24- اپریل 2012 کی روشنی میں نوٹیفکیشن نمبر F.13(13)-Reg.6/2011 مورخہ 11- مارچ 2013 جاری کر دیا جس کا اطلاق یکم جولائی 2013 سے ہوا جس میں تمام ایسے پنشنرز کو اس سہولت کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔ سپریم کورٹ کے حکم اور وزارت خزانہ کے نوٹیفکیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے صوبائی محتسب پنجاب نے اپنے حکم مورخہ 22- اپریل 2013 میں محکمہ خزانہ پنجاب کو سپریم کورٹ کے حکم مورخہ 24- اپریل 2012 پر عملدرآمد کے لئے کہا اور اس سلسلہ میں ایک ماہ میں رپورٹ طلب کی لیکن محکمہ خزانہ پنجاب نے اپنی چٹھی نمبر FD.SR-III-4-186/2012 مورخہ 16- مئی 2013 کے تحت صوبائی محتسب کے دائرہ اختیار کو چیلنج کرتے ہوئے عملدرآمد سے انکار کر دیا جس پر مورخہ 8- جولائی 2013 کو صوبائی محتسب آفس میں میٹنگ ہوئی جس میں محکمہ خزانہ پنجاب کے نمائندے نے شرکت کی اس میٹنگ کی روشنی میں مورخہ 13- جولائی 2013 محکمہ خزانہ پنجاب کو صوبائی محتسب کی جانب سے ہدایات جاری کی گئیں جن پر عملدرآمد کے لئے تین ہفتے کا وقت دیا گیا لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ صوبائی محتسب پنجاب کے حکم مورخہ 13- جولائی 2013 پر بھی عملدرآمد نہ کیا گیا اور مبینہ طور پر محکمہ خزانہ پنجاب نے اس معاملہ پر سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی لیکن محکمہ خزانہ پنجاب کے حق میں کوئی Stay Order جاری نہیں ہوا۔ پنجاب کے سینئر پنشنرز نے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں ریٹائرمنٹ کے 15 سال بعد کمیوٹیڈ پورشن آف پنشن کی تمام اضافہ جات کے ساتھ بحالی کا حکم جاری کیا جائے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر انسانی حقوق واقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! اس ضمن میں عرض ہے کہ معزز سپریم کورٹ آف پاکستان نے وفاقی حکومت کے ریٹائرڈ ملازمین کے چند cases کا فیصلہ کیا تھا جبکہ

حکومت پنجاب کے cases عدالت عظمیٰ میں زیر التواء ہیں۔ معاملہ کی سنگینی کو مد نظر رکھتے ہوئے جناب چیف جسٹس آف پاکستان نے تین رکنی بنچ قائم کیا تھا۔ کیس ہذا مورخہ 13۔اپریل 2013 کو برائے سماعت مقرر ہوا لیکن مؤخر ہو گیا۔ جہاں تک صوبائی محتسب پنجاب کے حکم مورخہ 22۔اپریل 2013 کا تعلق ہے وہ حکم سیکرٹری قانون کی advice پر محکمہ خزانہ نے تسلیم نہیں کیا کیونکہ جناب محتسب ، ملازمین کی سروس کے قواعد و ضوابط میں مداخلت کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اندریں حالات محکمہ خزانہ تحریک التوائے کار کی حمایت نہیں کرتا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ، اس کا جواب آ گیا ہے لہذا اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ اعجاز صاحب مجلس خصوصی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 2013 کے بارے میں مجلس خصوصی نمبر 2 کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں

1. The Punjab Local Government (Amendment) Bill 2013 (Bill No .20 0f 2013)
2. The Punjab Local Government (Second Amendment) Bill 2013(Bill No .21 0f 2013)
3. The Punjab Local Government (Third Amendment) Bill 2013(Bill No .22 0f 2013) and
4. The Punjab Local Government (Fourth Amendment) Bill 2013(Bill No .23 0f 2013)

کے بارے میں مجلس خصوصی نمبر2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹیں پیش کی گئیں۔اب رانا محمد ارشد صاحب مجلس خصوصی نمبر1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی ملازمین سوشل سکیورٹی مصدرہ 2013 کے بارے میں مجلس خصوصی نمبر1 کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! میں

The Provincial Employees Social Security (Amendment) Bill 2013 (Bill No. 19 of 2013)

کے بارے میں مجلس خصوصی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش کر دی گئی۔

سرکاری کارروائی

بحث

امن وامان پر عام بحث

(---جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں آج کے ایجنڈا پر لاء اینڈ آرڈر پر عام بحث ہے۔اس بحث کا آغاز کل مورخہ 4۔دسمبر کو ہوا تھا،آج بھی اس پر بحث جاری رہے گی۔ جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنا نام سیکرٹری اسمبلی کو لکھوادیں۔قائد حزب اختلاف میاں محمودالرشید صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمودالرشید): جناب سپیکر! پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی situation کے حوالے سے چند دوستوں نے کل بھی بات کی تھی اور آج بھی اس پر بات ہونے جارہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب پولیس نے نہایت مہارت کے ساتھ ان کی جو آفیشل ویب سائیٹ ہے اس پر جو بھی

data درج ہو رہا ہے اس میں جرائم پچھلے ایک دو سالوں کے مقابلے میں بڑی تیزی کے ساتھ کم ہو رہے ہیں۔ میں داد دیتا ہوں ایڈیشنل آئی جی اعظم جوئیہ صاحب کو جو اس سارے معاملے کو supervise کر رہے ہیں۔ جرائم کی شرح کا چارٹ بڑی تیزی سے کم ہو رہا ہے لیکن اصل واقعہ کیا ہے؟ پنجاب کے اندر شہروں اور دیہاتوں میں street crime بہت بڑھ چکا ہے۔ پرس چوری کی وارداتیں، چھوٹی چھوٹی ڈکیتیاں اتنی زیادہ ہو چکی ہیں کہ شاید پہلے کبھی اتنی نہیں ہوئی تھیں۔ پنجاب میں روزانہ جو وارداتیں ہو رہی ہیں ان کی مجموعی تعداد 13ہزار 5سو ہے۔ یعنی ہر مہینے 4لاکھ 5ہزار جرم ہوتے ہیں۔ اوریا جان مقبول جو کہ ایک authentic journalist ہیں جنہوں نے ایک talk show میں یہ سارا data پیش کیا جو حقائق پر مبنی لگتا ہے۔ آج پنجاب کے اندر سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ یہاں پر کیس ہی رجسٹرڈ نہیں ہوتا۔ یعنی relief ملنا، انصاف ملنا تو اگلی بات ہے، ایک آدمی لٹ پٹ جاتا ہے، ایک آدمی کے ساتھ ڈکیتی یا قتل کی واردات ہو جاتی ہے اور وہ تھانے میں دربدر applications لے کر پھرتا ہے لیکن اس کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ آج یہ سب سے بڑا question mark ہے، اس ایوان کے لئے بھی حکومت کے لئے بھی بلکہ ہم سب کے لئے question mark ہے۔ جب کوئی ایک فرد جس کے ساتھ کوئی واردات ہوتی ہے، کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو اسے فوری طور پر کیس رجسٹرڈ کروانے میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہئے۔ KPK کی حکومت نے online FIR درج کروانے کی اجازت دے کر پاکستان کی تاریخ میں ایک ریکارڈ قائم کیا ہے اور ہزاروں online FIRs درج ہو رہی ہیں لیکن ہمارے پنجاب کے اندر یہ کیا mindset ہے، بطور ایم پی ایز، آپ لوگوں کو بھی روزانہ واسطہ پڑتا ہوگا کہ جس شخص کے ساتھ کوئی واردات، کوئی زیادتی اور ڈکیتی ہوتی ہے، چوری ہو جاتی ہے، ڈکیتی والا تھانے جاتا ہے تو اسے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تم چوری کا پرچہ درج کروانا چاہتے ہو تو ہم کر دیتے ہیں لیکن ڈکیتی کا پرچہ درج نہیں کریں گے۔ جب ایم پی ایز، ایم این ایز کا pressure پڑتا ہے تو پھر کوئی ایف آئی آر درج ہوتی ہے۔ وہ بھی ایس ایچ او کی سطح پر نہیں بلکہ ڈی ایس پی، ایس پی کی سطح پر ہم لوگ روزانہ کی بنیاد پر فون کرتے ہیں، بات کرتے ہیں request کرتے ہیں کہ آپ خدا کا خوف کریں یہ واقعہ ہو گیا ہے۔ اس فرد کے ساتھ، اس فیملی کے ساتھ یہ ظلم اور زیادتی ہو گئی ہے انصاف دلانا تو دور کی بات ہے آپ اس کی کم از کم ایف آئی آر تو کاٹ لیں۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے اس پر حکومت کو سنجیدگی سے initiative لینا ہوگا۔ کوئی بھی بندہ اگر کیس رجسٹرڈ کروانا چاہے تو فوری طور پر ہو جائے اور جو کیس درج نہ کرے اس پولیس آفیسر کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں گورنمنٹ ہر ضلع کے اندر ایک cell قائم کرے اور اسے

عوام میں publicize کرے کہ جس فرد کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اور اگر یہ online FIR کا سسٹم رائج نہیں کر سکتے کم ازکم یہ ضلع کی سطح پر ہی کرلیں۔یہاں لاہور کی کروڑ سوا کروڑ کی آبادی ہے، میں یقیناً آپ کو کہوں گا کہ ہزاروں لوگ روزانہ وہاں پہنچ جائیں گے کہ جناب ہمارے ساتھ یہ ظلم ہو گیا ہے اور ہماری ایف آئی آر درج نہیں ہو رہی۔اب کیا ہو رہا ہے، اب یہ ہو رہا ہے کہ آدھے سے زائد لوگ روپیٹ کر صبر کر لیتے ہیں، شکر کر لیتے ہیں اور مقدر کا لکھا ہوا سمجھ کر گھر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہماری تو ایف آئی آر بھی درج نہیں ہو رہی۔اس کے لئے ایم پی ایز، ایم این ایز اور وزراء کے پاس دھکے کھانے پڑ رہے ہیں۔ایف آئی آر درج ہونے کے بعد انصاف کی توقع اس فرد کو کیسے ہو سکتی ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر حکومت کو ہر ضلع کے اندر ایک cell بنانا چاہئے کہ جن افراد کے ساتھ کوئی واقعہ ہوتا ہے تو concerned police officers اس کی بات نہیں سنتے تو وہ اپنی complaint فوری طور پر وہاں جا کر رجسٹرڈ کروائے تاکہ ان کے cases درج ہو سکیں۔صرف لاہور کے اندر ہر سال 5 سے 6 سو تک اندھے قتل کی وارداتیں ہوتی ہیں، روزانہ تیس سے چالیس ڈکیتیاں اس شہر کے اندر ہو رہی ہیں جو کہ صوبائی دارالخلافہ ہے اور جو ہمیں امن کا گہوارہ نظر آتا ہے۔حکومت یہ claim بھی کرتی ہے کہ یہاں امن عامہ کی صورتحال مثالی ہے۔میرے خیال میں یہ چونکا دینے والی بات ہے کہ روزانہ اتنی ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، اخبارات آپ اٹھا کر دیکھ لیں یہ کوئی غلط تعداد نہیں ہے ان ڈکیتیوں کی روک تھام کے لئے حکومت نے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔جناب قائد ایوان جب پہلی دفعہ منتخب ہوئے تو انہوں نے یہاں پر اپنی پہلی تقریر میں تھانہ کلچر کی تبدیلی کی بات کی تھی۔ہم اس سے کافی محظوظ ہوئے کہ پچھلے پانچ سال میں بھی، آپ ان کی ہر سال کی تقریر اٹھا کر دیکھ لیں تھانہ کلچر کی تبدیلی کی بات آپ کو نظر آتی ہے۔میں پوری دیانتداری سے کہتا ہوں کہ شاید اور کسی جگہ تبدیلی آگئی ہو گی تھانہ کلچر نہیں بدلا بلکہ پہلے سے بھی worst حالات ہیں۔تھانے کرپشن کا گڑھ بنے ہوئے ہیں اور حکومت کے پاس کوئی mechanism نہیں ہے۔ایک عام آدمی کی شنوائی کسی تھانے میں نہیں ہوتی بلکہ ایک عام آدمی نہیں پڑھا لکھا آدمی، ایک ذمہ دار شہری بھی تھانے جاتے ہوئے کانپتا ہے کہ پتا نہیں تھانے والے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے حالانکہ وہ complainant ہے۔یہاں پر یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ایک سو ماڈل تھانے بنا دیئے گئے ہیں، میں پوچھتا ہوں کہ ان ماڈل تھانوں کا کیا بنا؟ کوئی رپورٹ آج تک نہیں آئی ہے، میں وزیر قانون سے کہوں گا کہ مہربانی فرما کر بھیس بدل کر، مونچھوں کو کبھی نیچے کر لیں یا غائب لیں اور

میرے ساتھ تھانے کے اندر چلیں، کسی عام تھانے میں چلے جائیں اور وہاں جا کر آپ ایف آئی آر درج کروانے کے لئے کہیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! ذاتیات پر نہ آئیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب والا! وہ تو میرے دوست ہیں میں تو ویسے انہیں کہہ رہا ہوں کہ بھیس بدل کر چلیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایوان میں نہیں، باہر جتنی گپ شپ کرنی ہے کر لیں۔ پلیز! اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب والا! میں تو ان کے ساتھ خود بھی چادر اوڑھ کر جانے کو تیار ہوں۔ وہاں کسی تھانے میں جا کر دیکھ لیں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ جو ماڈل تھانے والی بات تھی اس میں بھی کوئی پیشرفت نہیں ہوئی۔ کسی ماڈل تھانے کا ریکارڈ بتا دیں کہ یہ ماڈل تھانہ ہے اور اس نے اب تک یہ کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں۔ پورے ملک میں اغواء کی وارداتیں ہو رہی ہیں ان میں 90 فیصد پنجاب میں ہو رہی ہیں، ہر سال سب سے زیادہ گاڑیاں پنجاب سے snatch ہو رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ کس طریقے سے؟ prosecution انتہائی ناقص ہے کیسوں کی پیروی پر کوئی باقاعدہ check and balance نہیں ہے۔ پہلے تو کیس رجسٹرڈ نہیں ہوتا اگر ہو جائے تو مجرم کو قرار واقعی سزا ملنے تک کا جو مرحلہ ہے اس سے مدعی تھک ہار کر راستے میں ہی بیٹھ جاتا ہے کہ میں لاکھوں روپیہ پولیس اور دوسرے افسران کو دینے کے لئے کہاں سے لاؤں کہ مجھے انصاف مل سکے۔ پچھلے سال اکتوبر 2012 سے اکتوبر 2013 تک کل 3 لاکھ 32 ہزار 728 کیس رجسٹرڈ ہوئے جن میں 2 لاکھ 42 ہزار 611 کیس چالان ہوئے۔ آپ دیکھئے کہ ان میں 22999 untraced case ہیں یعنی ابھی تک یہ کیس trace ہی نہیں ہوئے۔ یہ efficiency ہے، یہیں سے ہی کسی ادارے کا پتا چلتا ہے کہ وہ کتنا competent ہے اور کتنا efficient ہے کہ ابھی تک 23 ہزار کیس trace نہیں ہوئے۔ ان میں 49642 کو سزا ہوئی اور 48367 بری ہوئے۔ میں سوال کرتا ہوں کہ جتنے لوگوں کو سزا ہوئی اتنے لوگ ہی بری ہو گئے اور 23 ہزار کیس trace نہیں ہوئے۔ یہاں سے پولیس کی پیشہ وارانہ مہارت کا پتا چلتا ہے، ہمارے سامنے یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک prosecution system بہتر نہیں ہو گا اس وقت تک یہاں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر! میں سنبل کیس کے حوالے سے بات کروں گا کہ یہاں تو پنجاب کے دیہاتوں میں سینکڑوں سنبلیں رُلتی اور انصاف مانگتی مر گئیں۔ اس شہر لاہور کے اندر ایک سنبل کیس high profile case، وزیر اعلیٰ کی وارننگ سب کے سامنے ہے اس کا کیا بنا؟ یہاں پر فرانزک لیب کا حوالہ دیا گیا، یہاں پر باتیں ہوئیں کہ تین دن میں یہ ہو جائے گا، دس دن میں یہ ہو جائے گا اور دو ہفتوں میں یہ ہو جائے گا لیکن لاہور کی عوام، پنجاب کی عوام یہ پوچھتی ہے کہ ایک کیس بھی ابھی تک trace نہیں ہو سکا تو کیا وجہ ہے، یہ کس کی غفلت ہے اور یہ کس کی کمزوری ہے پولیس افسران کی یا حکومت کی؟ میں دوسری یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ سیاسی بنیادوں پر تقرر و تبادلے ہوتے ہیں۔ منظور نظر افراد میں سے گریڈ 18 کا افسر گریڈ 19 میں لگا ہوا ہے، گریڈ 19 کا گریڈ 21 میں لگا ہوا ہے۔ اس پنجاب کے اندر درجنوں مثالیں، ہیں میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ جب تک آپ strictly میرٹ پر فیصلے نہیں کرتے تو آپ کس طرح سے لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر کر سکتے ہیں اور آپ کس طرح یہاں پر rule of law لے کر آ سکتے ہیں؟ دوسری بد قسمتی یہ ہے کہ یہاں پر کسی کی تعیناتی ہوتی ہے، میں ایس ایچ او اور ڈی ایس پی level کے افسروں کی بات کرتا ہوں کہ ابھی ان کی تعیناتی کو تین ماہ نہیں ہوتے کہ راتوں رات آرڈر آ جاتا ہے کہ یہ یہاں سے تبدیل ہو گیا ہے۔ دوسرا ایس ایچ او آتا ہے تو وہ دو تین ماہ میں مشکل سے اپنے حالات اور اپنے تھانے کی حدود سے واقف ہوتا ہے کہ یہاں criminal کون کون سے ہیں، یہاں شرفا کون کون سے ہیں، یہاں جو جرائم ہو رہے ہیں ان کی نوعیت کیا ہے۔ جب وہ دو تین ماہ میں اپنے علاقے کو سمجھتا ہے تو چوتھے مہینے اس کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ جو ایڈہاک ازم والی پالیسی ہے حکومت کو اس پر بھی سوچنا چاہئے۔ ہماری یہاں standing تھی کہ کسی افسر کو تین سال تک ایک پوسٹ پر رکھا جائے جبکہ میرے خیال میں اگر کسی آفیسر کے بارے میں کوئی شکایت آتی ہے تو اسے سزا دی جائے نہ کہ وہاں سے اس کا تبادلہ کر دیا جائے۔ ہماری پنجاب پولیس کا ایک وتیرہ ہے کہ جس کے بارے میں کوئی درخواست آئی، کسی وزیر کا ٹیلیفون چلا گیا، کسی ایم این اے نے شکایت کر دی تو اسے اسی وقت راتوں رات بدل دیا گیا۔ جب تک سیاسی بنیادوں پر تقرر و تبادلے اور premature transfer نہیں رُکے گی اس وقت تک آپ grass roots level پر جرائم کی روک تھام کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ پولیس کی جدید تربیت کے لئے کچھ کام تو ہو رہا ہو گا لیکن اب جس طرح crimes کے اندر اضافہ ہو رہا ہے اور جس طرح latest دور کے اندر crime ہو

رہے ہیں ان سے نمٹنے کے لئے روایتی نہیں بلکہ جدید طریقے سے پولیس کی تربیت کر کے ان سے نبرد آزما ہوا جا سکتا ہے۔اس وقت پولیس کے کاغذات کے اندر ہزاروں اشتہاری موجود ہیں۔میں یہ بھی تجویز دوں گا کہ ہماری جو routine کی پولیس ہے آپ جب تک اس کی دو چیزوں سے جان نہیں چھڑاتے۔اس وقت تک بہتری نہیں آ سکتی۔ایک تو اسے اشتہاریوں کو پکڑنے پر نہ لگائیں اور دوسرا VVIPs پر ڈیوٹی نہ لگائیں، جو ریٹائرڈ افسران ہیں خواہ وہ پولیس کے ہوں، جوڈیشری کے ہوں presently سیاستدان ہوں۔ان پر ہزاروں کی نفری پروٹوکول ڈیوٹی پر مامور ہے۔اس کے لئے ایک الگ فورس تشکیل دے دیجئے لیکن کم از کم لاء اینڈ آرڈر کے لئے جو پولیس کی اصل اور اوّلین ذمہ داری ہے اسے اس پر رہنے دیجئے اور اضافی کام اس پر نہ ڈالیں۔دہشتگردی کے خاتمے کے لئے بھی ہماری جو normal پولیس ہے عام حالات کے اندر وہ اتنی equipped ہوتی ہے،اتنا knowledge ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی ٹریننگ ہوتی ہے کہ وہ دہشتگردوں کو پکڑ سکے۔میں یہ بھی تجویز دوں گا کہ دہشتگردی کے خاتمے کے لئے آپ الگ سے ایک سپیشل سیل قائم کریں تاکہ دہشتگردی سے بہتر طور پر نمٹا جا سکے۔

جناب سپیکر!دو تین چیزیں ہیں جن میں سے میں نے ایک پہلے کہی کہ ایف آئی آر درج کرنا سب سے اوّلین کام ہے کہ جو آدمی effect ہوتا ہے اگر اس کی ایف آئی آر درج ہو جائے تو اس کے درد کا آدھا مداوا ہو جاتا ہے کہ چلیں میرے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے تو ایف آئی آر رجسٹرڈ ہو گئی اور اسے ایک امید بندھ جاتی ہے کہ آئندہ آنے والے دنوں میں اسے کوئی relief ملے گا اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ جو آدمی بھی اپنی شکایت لے کر آئے اس کی ایف آئی آر درج کی جائے۔میں یہاں پر دو تین چیزیں عرض کرنا چاہوں گا کہ ہم پرانے وقتوں میں دیہاتوں اور شہروں میں چوکیدارا سسٹم دیکھتے تھے لیکن اب وہ مفقود ہو گیا ہے۔میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں پنجاب کے اندر اس طرح کا Law بنانا چاہئے کہ جس میں کمیونٹی کو involve کر کے ہم چوکیدارا سسٹم ensure کریں کہ ہر محلے میں، ہر گاؤں میں، ہر علاقے میں چوکیدار سرکاری سطح پر اپنی ڈیوٹی دے اور وہ اس محلے کی کمیونٹی کے لوگوں کے سامنے جوابدہ ہو۔اس پر باضابطہ قانون سازی کی جائے تو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پہلے سے کافی بہتر ہو سکتی ہے۔اسی طرح اسلحے کے حوالے سے اب تک یہاں جو قانون ہے کہ اگر کسی ایک آدمی سے ایک پستول پکڑا گیا تو اسے وہی سزا ہے اور اگر اس سے ایک ہزار پستول پکڑے جاتے ہیں تو بھی اس کی وہی سزا ہے اور یہ bailable offence ہے۔ہمیں اس پر بھی سخت قسم کی قانون سازی کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! ہم کہتے ہیں کہ فلاں نے 182 کا پرچہ کرا دیا لیکن آج تک اس پرچے میں کسی کو کوئی سزا نہیں ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس دفعہ پر بھی مؤثر طور پر عمل کرنے کے لئے اس کو ناقابل ضمانت جرم قرار دیا جائے۔ پھر سب سے اہم بات ہے کہ پرچہ درج ہو گیا، prosecute ہونے لگا عدلیہ میں چلے گئے، مجسٹریٹ سول جج یا متعلقہ کسی بھی کورٹ کے پاس چلے گئے۔ اب گواہیوں اور شہادتوں کی باری آ گئی، ہمارا سارا قانون گواہان کے گرد گھومتا ہے۔ اب یہاں پر کوئی protection نہیں ہے۔ جس طرح سے اسلحہ عام ہے، جس طرح سے دھمکیاں دی جاتی ہیں ایک عام آدمی تصور نہیں کر سکتا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو اسے کوئی relief ملے گا۔ یہ بالکل آسان سانسخہ ہے کہ جو گواہان ہیں ان کو terrorize کیا جاتا ہے ان کو دھمکایا جاتا ہے، ان کو اس طرح کی threats دی جاتی ہیں کہ وہ بے چارے گھر بیٹھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور وہ بھرپور طریقے سے اس case کی پیروی نہیں کر پاتے۔ ان کے سامنے جو واقعہ ہوا ہوتا ہے اس کے لئے بھی وہ گواہی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ میری یہ استدعا ہو گی کہ ہمیں protection of witness کے لئے کوئی قانون بنانا چاہئے۔ اس طرح کے جو بھی واقعات ہوتے ہیں اُن میں گواہان کی protection کے لئے حکومتی سطح پر کوئی قانون سازی کی جائے تاکہ جن لوگوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہوتی ہے انہیں انصاف مل سکے۔ سب سے پہلے ایف آئی آر درج کی جائے، پھر آپ prosecution کو بہتر کریں اور اس کے ساتھ ساتھ گواہان کے تحفظ کا حکومتی سطح پر کوئی انتظام کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کرنے سے پنجاب کے اندر امن وامان کے حالات کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی political point scoring نہیں بلکہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ آج جس طرح سے crime rate بڑھ رہا ہے اور معاشرے کے اندر بے راہ روی ہے اس پر قابو پانا انتہائی ضروری ہے۔ اس کی بے شمار اور وجوہات بھی ہیں لیکن ہم سب کو مل کر اس طرح کے اقدامات اُٹھانے ہوں گے کہ امن وامان کی صورتحال بہتر ہو سکے۔ عوام کا اوّلین حق ان کے جان و مال کا تحفظ ہے تو ہم سب کو مل کر اسے یقینی بنانا ہو گا۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میری تمام معزز ممبران سے گزارش ہے کہ فہرست بہت لمبی ہے اس لئے مہربانی کر کے پانچ منٹ سے زیادہ بات نہ کریں۔

پوائنٹ آف آرڈر

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ مجھے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! بہت لمبی فہرست ہے اس لئے مہربانی کر دیں۔

صوبہ کے پُرامن رہائشیوں کو Four Schedule سے نکالنے کا مطالبہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! چونکہ وزیر قانون صاحب بیٹھے ہیں اس لئے مجھے ایک چھوٹی سی بات کرنی ہے۔ کئی کئی سالوں سے لوگوں کو Four Schedule میں درج کیا گیا ہے۔ کم و بیش سارے اضلاع میں ایسا ہے۔ آپ کے ضلع میں بھی ایسے لوگ موجود ہوں گے۔ اس وقت جو لوگ بالکل پُرامن ہیں، ان کے سابقہ تعلق بھی ٹوٹ گئے ہیں اور ان کے خلاف کوئی دوسرا criminal case نہیں ہے لیکن پھر بھی ان لوگوں کو اس Four Schedule میں رکھا ہوا ہے یعنی مکھی پہ مکھی ماری جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ لوگ ہر ہفتے پولیس سٹیشن کے اندر رپورٹ کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح جب وہ ضلع چھوڑتے ہیں تو پھر رپورٹ کرنی ہوتی ہے اور جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو ان کے اُوپر ایک عذاب آ جاتا ہے۔ میں وزیر قانون سے یہ درخواست کروں گا کہ اس حوالے سے کوئی criteria بنائیں۔ اب جو لوگ بالکل پُرامن ہیں اور ان کا ریکارڈ بھی ٹھیک ہے تو انہیں براہ کرم اس فہرست سے نکالا جائے۔ اسی حوالے سے میں ہوم سیکرٹری صاحب سے دو تین مرتبہ ملا ہوں۔ وہ نیچے سے رپورٹ منگواتے ہیں لیکن نیچے کوئی بھی شخص رپورٹ ٹھیک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا لہذا اس میں political will اور ایک criteria بنانے کی ضرورت ہے۔

وزیر لوکل گورنمنٹ و کمیونٹی ڈویلپمنٹ / قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب نے ان لوگوں کے متعلق بات کی ہے جو کہ Afghan return boys ہیں یعنی جو لوگ افغانستان میں گئے، وہاں سے تربیت حاصل کی، انہوں نے جہاد میں حصہ لیا اور اس کے بعد پھر وہ واپس آ گئے۔ اسی character سے متعلق لوگوں کو ہم نے Four Schedule میں ڈالا ہوا ہے۔ ان کے خلاف کوئی مقدمہ اور charge نہیں لیکن ان سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی activities سے یعنی وہ کہاں جاتے اور آتے ہیں اس بارے میں متعلقہ تھانے کو آگاہ رکھیں تاکہ ان کی presence ensure کی جائے۔ اس کا مقصد صرف ان کی presence کو ensure کرنا ہے۔ یہ بات ہر سال کہی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو Four Schedule سے فارغ کر دیا جائے۔ اگر ہمارے منتخب نمائندے یا اس علاقے کے ذمہ دار لوگ کسی کی ذمہ داری لیں تو پھر کوئی criteria بنایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب اور ایوان میں تشریف فرما دوسرے معزز ممبران کی خدمت میں عرض کروں گا کیونکہ بعض دوسرے دوستوں نے بھی میرے ساتھ یہ بات کی ہے۔ میاں چنوں میں ایک واقعہ ہوا تھا۔ میاں چنوں کے ساتھ ہی ایک گاؤں ہے وہاں پر ایک دن دھماکا ہوا اور وہ پورا گاؤں غرق ہو گیا، بیٹھ گیا۔ ہوا یہ کہ وہاں پر ایک سکول ٹیچر تھے، وہ کسی زمانے میں افغانستان گئے، وہاں سے انہوں نے تربیت حاصل کی، جہاد میں حصہ لیا اور اس کے بعد پھر واپس آ گئے۔ واپس آنے کے بعد تقریباً دس سال تک وہ سکول ٹیچر کے طور پر ملازمت کرتے رہے۔ میں نے خود ان کی ساری investigation report پڑھی ہے۔ میں خود وہاں پر گیا تھا۔ جب میں نے وہاں پر لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بہت شریف آدمی ہے اور اس کی بالکل کسی قسم کی کوئی غلط activities نہیں ہیں لیکن دس سال بعد ایک دن اس کے دل میں جوش پیدا ہوا اور وہ دوبارہ افغانستان چلا گیا۔ وہاں جا کر وہ ان کے network کا حصہ بنا۔ انہوں نے مل کر یہاں پر ایک criminal project launch کیا کہ جتنی بھی منگلا یا تربیلا سے transmission lines نکلتی ہیں ان کے گرد بارود رکھ کر سب کو ایک ہی دن میں اُڑا دیا جائے تاکہ پورا ملک اندھیرے میں ڈوب جائے۔ وہ آدمی بالکل ٹھیک ٹھاک دس سال تک سول سوسائٹی کا حصہ بننے کے بعد پھر افغانستان چلا گیا اور وہاں پر جا کر اس network کا حصہ بن کر واپس آیا۔ یہ وہ وجوہات ہیں کہ جن کی بنیاد پر کوئی بھی ڈی سی او یا ڈی پی او ایسی جرأت نہیں کرتا کہ وہ کسی کے متعلق لکھ دے کہ اب یہ ٹھیک ہے لہٰذا آپ اس کی presence کو چیک کرنا چھوڑ دیں۔ اسی طرح علاقہ کا کوئی معزز آدمی بھی اس بات کا risk نہیں لیتا۔ میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر صاحب سے عرض کروں گا کہ یہ حقائق ہیں ورنہ ایسی کوئی بات نہیں کہ آپ ہر سال ایک مطالبہ کریں اور ہم اس کے اُوپر کوئی دھیان نہ دیں۔ اگر آپ کے پاس اس کا کوئی حل ہے تو ہمیں بتائیں اور ہمارے ساتھ بیٹھیں ہم اس پر عملدرآمد کرنے کو تیار ہیں۔

امن وامان پر عام بحث

(---جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ رانا محمد ارشد صاحب!

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! یہاں پر امن وامان کے حوالے سے بحث ہو رہی ہے۔ ماشاء اللہ معزز ممبران بڑی اچھی discussion کر رہے ہیں۔ ہم بھی سیاسی ورکر ہیں اور عوام سے ووٹ لے کر آتے ہیں اس

لئے problems تو ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا اور سوچنا ہوگا کہ پہلے حالات کیسے تھے اور آج کہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ ہم سب parliamentarians اپنے اپنے حلقوں میں جاتے ہیں اور اگر وہاں پر کوئی چور یا ڈاکو ہے تو ہم ان کے خلاف خود کوئی action نہیں لے سکتے۔ ہم تو پولیس فورس کو ہی کہہ سکتے ہیں۔ آج کے خراب حالات کی وجہ سے ہمیں بھی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ ہمارے نوجوان جو کہ پاکستان کا مستقبل ہیں وہ رات کو اکٹھے بیٹھ کر کیبل نیٹ ورک پر انگلش یا انڈین فلمیں دیکھتے ہیں۔ ان فلموں کو دیکھ کر ان میں بھی وہی جذبہ اور جوش پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ بھی قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے اور میں اس سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ اگر یہ پولیس فورس اور قانون نہ ہو تو ایک نوجوان پستول لے کر کسی بھی شریف آدمی کو روک کر پریشان کر سکتا ہے۔ جب کسی نوجوان کے ہاتھ میں پستول ہوتا ہے تو اس وقت اس نے سب کچھ داؤ پر لگایا ہوتا ہے۔ میرے حلقے میں پانچ بچوں کے والد کو قتل کر دیا گیا اور اس کا جرم یہ تھا کہ وہ محکمہ پولیس میں ملازم تھا۔ اسی طرح تین ہفتے پہلے پولیس پارٹی ضلع حافظ آباد میں جب ایک اشتہاری، چور اور ڈاکو کو پکڑنے کے لئے جاتی ہے تو اس ایک اشتہاری نے وہاں پر پانچ پولیس والوں کو ڈھیر کر دیا۔ وہ مرنے والے بھی تو کسی کے بیٹے یا باپ ہیں۔ جب تک ہم اپنی فورس کو مضبوط نہیں کریں گے اس وقت تک ہم چور ڈاکوؤں کو نکیل نہیں ڈال سکتے۔

جناب سپیکر! Police Act,2002 کو تبدیل کیا گیا ہے۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے یہ چیز محسوس کی کہ Police Act,2002 میں تبدیلی آنی چاہئے اس لئے اسے یہاں اسمبلی میں لایا گیا۔ میری بہنوں اور بھائیوں نے اس discussion میں حصہ لیا اور اس کے بعد Police Act,2002 کو تبدیل کیا گیا۔ پہلے Act کے تحت مدعی کے پاس تفتیش تبدیل کرانے کا حق نہیں تھا۔ پہلے ضلع میں ڈی پی او کے پاس تفتیش تبدیل کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ ہمارے وزیر اعلیٰ اور کابینہ نے عوام کی نبض اور problem کو محسوس کرتے ہوئے اس Police Act,2002 کو تبدیل کیا اور اسے Police Act,2013 کا نام دیا گیا۔ اگر اب کسی مدعی کی تفتیش صحیح نہیں ہوگی تو District Investigation Officer ذمہ دار consider ہوگا اور اسی طرح جو ڈی پی او ہے اُس پر بھی وہ ذمہ داری عائد ہوگی۔ اب DPO, within district investigation change کر سکے گا، اب آپ کا RPO, investigation change کر سکے گا اور یہ صوبہ پنجاب ہی ہے جہاں پر ہر مہینے کا آپ data نکال کر دیکھیں سینکڑوں پولیس ملازمین وہ انسپکٹر ہوں، سب انسپکٹر ہوں، ASI's ہوں وہ terminate from service ہوتے ہیں۔ پنجاب سے باقی صوبوں کا comparison کریں یہاں پر خیبر پختونخواہ

کی بات ہوئی ہے وہاں پر تو 10/10 بندے اغواء ہو جاتے ہیں تو ایف آئی آر درج نہیں کی جاتی بلکہ ایف آئی آر درج ہونا تو درکنار وہاں پر تو مدعیوں کی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ تھانے تک چلے جائیں۔ الحمدللہ پنجاب کا خیبر پختونخواہ، بلوچستان اور سندھ comparison کیا جائے تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہاں پر قانون کی بالادستی ہے اور یہاں پر check and balance کا criteria موجود ہے۔ یہ پنجاب ہی ہے کہ اگر ایک DPO بھی غلطی کرتا ہے تو اُس کو بھی suspend کیا جاتا ہے۔ اُس وقت تک گورنمنٹ کی writ قائم نہیں ہو سکتی جب تک force کو تحفظ فراہم نہ کیا جائے۔ فیاض سُنبل بھی تو ایک بوڑھی ماں کا بیٹا تھا اور اُس کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے اب رو رہے ہیں کہ ہمارا والد پڑھ لکھ کر اگر DIG بن گیا تھا تو اُس کا قصور کیا تھا؟ اُس کے بچے آج بھی بیدیاں روڈ پر ترس رہے ہیں کہ ہم اپنے باپ کو کہاں سے ڈھونڈیں؟ اصلاح کرنے کی ضرورت ہے، check and balance کا criteria ہونا چاہئے اور الحمدللہ یہ پنجاب کے اندر موجود ہے۔ میاں محمد شہباز شریف کو میں appreciate کرتا ہوں کہ جب اُن کے علم میں کوئی complaint آتی ہے تو وہ ایکشن لیتے ہیں اور کسی MPA یا MNA کی سفارش پر پنجاب میں DPO نہیں لگتے بلکہ دوسرے صوبوں میں ایسا ہوتا ہے اور دوسرے صوبوں میں گھروں میں بیٹھ کر DPO's/DIG's change کروائے جاتے ہیں جبکہ پنجاب کا نام بدنام کیا جاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے محکمہ پولیس کے اُن دیانتدار افسران کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو دن رات اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر محنت اور کوشش کرتے ہیں لیکن اس میں اصلاح کی مزید ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان forces کی حوصلہ افزائی بھی بہت ضروری ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ حنا پرویز بٹ صاحبہ!

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے لاء اینڈ آرڈر پر بولنے کا موقع دیا۔ پنجاب کی security باقی سب صوبوں سے بہت بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کی عوام پنجاب میں رہتے ہوئے بڑا secure محسوس کرتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کی توجہ اس واقعہ پر دلاؤں گی جو recently پنجاب یونیورسٹی میں ہوا۔ پنجاب یونیورسٹی کے طلباء کو جب hostel vacate کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے غصے میں آکر بہت ہنگامہ کیا، فائرنگ کی اور بس جلائی۔ یہ بہت افسوسناک بات ہے کہ even western countries میں students نے اگر protest کرنا ہوتا ہے تو وہ campus میں رہ کر

protest کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ باہر جا کر بسیں جلاتے ہیں اور ٹریفک کو بند کرکے لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ جو اپنے آپ کو students کہتے ہیں اگر وہ یہ message دیں گے تو uneducated لوگوں کو کیا message جائے گا کہ:

Might is right. This is the message, which is giving to the nation. I think such elements should be taken under strict consideration.

یہ students نہیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ یونیورسٹی کے hostels میں سالہا سال رہتے ہیں اور یہاں رہ کر اپنی لیڈرشپ چمکاتے ہیں۔ وہ فیل ہو جاتے ہیں تو پھر دوبارہ admission لے لیتے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ ہم hostel میں رہنے کے حوالے سے ان کی time limit define کریں۔

Once their course is finished, they should be vacated from the university premises.

اس کے علاوہ اگر آپ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ جات بیالوجی میں چلے جائیں، کیمسٹری میں چلے جائیں تو خواتین کی proportion is much more than men but اگر آپ hostels میں دیکھیں تو وہاں پر لڑکوں کی proportion بہت زیادہ ہے کیونکہ وہاں پر ان لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ جن لوگوں کا حق ہے کہ وہ campus میں رہیں جبکہ انہیں private hostels and private rooms میں جا کر رہنا پڑتا ہے۔ ہمیں اس چیز پر توجہ دینی چاہئے کہ جن لوگوں نے agriculture purpose کے لئے lease پر land لی ہوئی ہے They have direct connection with the students. اور کئی ایسے لوگ ہیں جو یہاں آکر ایوان میں شور مچاتے ہیں تو We should have strict. اس کے علاوہ students council کا کام ہوتا ہے کہ students کو facilitate کرے اُس کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ لاء اینڈ آرڈر کو اپنے ہاتھ میں لے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میری کچھ اور بھی suggestions ہیں۔ We should make a paramilitary force. جو لوگ ملٹری سے 35 سے 40 سال کی عمر میں retire ہوتے ہیں ہمیں چاہئے کہ ہم اُنہیں پولیس میں بھرتی کریں۔

Because they are very trained to fight with the terrorists. So we should include them in the paramilitary force.

اس کے علاوہ We should have a civilian force. ایسی civilian force ہونی چاہئے کہ خواتین اگر بازار میں ہیں تو ہماری Women Police Force عام کپڑے پہن کر present ہو اور CCTV cameras should be installed every where تاکہ ایسے لوگ catch ہو سکیں۔ اسی طرح پبلک پارکس وغیرہ میں Civilian Male Force ہو تاکہ ہم ایسے لوگوں کو پکڑ سکیں۔

جناب سپیکر! میری ایک اور suggestion ہے کہ Jails are the nursery of crime. اگر ایک بندہ ایک چھوٹا سا بھی پہلا crime کرتا ہے تو آپ اُس کو criminals کے ساتھ جیل میں بھیج دیتے ہیں تو وہ جب چھ مہینے بعد باہر نکلتا ہے تو وہ professional criminal بن چکا ہوتا ہے We should have different behaves تاکہ وہاں پر اُن کی monitoring ہو اور اُن کی اصلاح ہو سکے تاکہ وہاں سے نکل کر وہ as a better citizens ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ different area کی پولیس ایک SHO کے under آئے، for example پنجاب یونیورسٹی کا incident ہوا تو ٹریفک پولیس الگ کام کر رہی ہے، Security اور تھانے کی پولیس الگ سے کام کر رہی ہے تو police is doing an other job All of them should be directly under the SHO Management. It is easier and at least I want to say that we should appreciate. We should not label that all police officers are corrupt. We should appreciate them.

تاکہ وہ motivate ہوں اور اُن کی problems کو بھی address کیا جائے۔ For example سب پولیس آفیسران کی یہ problem ہے کہ اُنہیں کوئی accommodation نہیں ملتی، اُن کے کھانے کا proper خیال نہیں ہوتا. They should be a part of a budget. اُن کی families کو accommodate کیا جائے اور اُن کو single room سے accommodate کیا جائے اور اُن کو positively influence کیا جائے تاکہ وہ بہتر طور پر اپنا role play کر سکیں۔ Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب محمد عارف عباسی صاحب۔ عباسی صاحب! آپ پانچ منٹ کا ٹائم یاد رکھیں گے۔

جناب محمد عارف عباسی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! اگر ٹائم کی یہ پابندی ہے تو پھر ہم نہیں بولتے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! یہ امن و امان نہایت ہی حساس قسم کا موضوع ہے۔ کسی بھی civilized society کا طرہ امتیاز ہے کہ لاء اینڈ آرڈر ہو۔ تمام قوانین یا تمام ادارے جو بنائے جاتے ہیں اُن کا مقصد معاشرے کی اکائی فرد کی جان، مال، عزت اور اُس کی عزتِ نفس کا تحفظ یقینی بنانا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ جب فرد کی عزت، مال، جان کے تحفظ میں ناکام ہو جاتا ہے تو وہ معاشرہ قوم سے ہجوم بن جاتا ہے اور پھر وہاں وہی کچھ ہوتا ہے جو کچھ ہمارے ہاں آج ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! محکمہ پولیس کی ذمہ داری عوام کو تحفظ دینا ہے۔ جب بھی پولیس کا نام آئے تو عوام کے ذہن میں ایک تحفظ کا احساس ہو، عوام کے ذہن میں ایک اطمینان کا احساس ہو جبکہ ہمارے ملک میں جہاں پولیس یا تھانے کا نام آتا ہے تو بجائے اس کے کہ لوگ تحفظ اور اطمینان محسوس کریں بلکہ اُن پر خوف و دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ پولیس اور تھانے کا نام سُن کر عوام گھبرا جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہم ان بلاؤں سے دُور رہیں اور اُس کی وجوہات کا سب کو پتا ہے۔ عوام کا پولیس کے ساتھ یہ روّیہ کیوں ہے، عوام کے دلوں میں پولیس کے لئے یہ نفرت اور خوف کیوں ہے؟ اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کو پتا ہے اور میں بڑی ذمہ داری سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ 80 فیصد جرائم پولیس کی مرضی سے ہوتے ہیں۔ پولیس کی مرضی کے بغیر کوئی قبضہ مافیا علاقہ میں کام نہیں کر سکتا، پولیس کی مرضی کے بغیر کوئی منشیات فروش علاقہ میں نہیں رہ سکتا۔ کسی قسم کا car lifter پولیس کی مرضی کے بغیر وہاں نہیں رہ سکتا۔ میں اپنے حلقہ کی آپ کو ایک مثال دوں گا کہ میرے حلقہ پی پی۔13 میں ایک محلہ محمود شاہ ہے جہاں گزشتہ کئی سالوں سے منشیات فروشی ہو رہی تھی۔ ہم نے ہر سطح پر بات کی، وہ نہیں رُکی مجبوراً ہم وہاں ایک ٹی وی چینل کو لائے اور پروگرام کر کے live دکھایا کہ یہاں یہ یہ بک رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک ماہ وہ کام بند رہا لیکن پھر وہ کام دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ تھانیدار کو میرٹ پر لگائیں، کسی کی سفارش پر نہ لگائیں اور اس کے بعد اس پر چیک اینڈ بیلنس ہو۔ اگر آپ تھانیدار کی ترقی اور تعیناتی میرٹ پر کریں، اس میں اقرباء پروری نہ کریں، سیاسی مفادات کا خیال نہ رکھیں تو میرا خیال ہے کہ 80 فیصد جرائم جس میں پولیس ملوث ہوتی ہے وہ ختم ہو جائیں گے۔ ضلع راولپنڈی میں ہمارے لئے سب سے شرمناک بات یہ ہے کہ پچھلے تین چار مہینوں میں کئی ایسے کیس ہوئے ہیں جو اخبار میں رپورٹ ہوئے ہیں کہ پولیس والے ان کیسز میں ملوث تھے اور وہ خود

جرائم کر رہے تھے۔ ہمارے ایس ایس پی کے ڈرائیور کی گاڑی سے پچھلے ہفتے پچاس بوتلیں شراب کی پکڑی گئیں اور پتا نہیں وہ کتنے عرصہ سے یہ کام کر رہا تھا، وہ کس کے لئے اور کیوں یہ کام کر رہا تھا؟ اس سے کسی کو سروکار نہیں ہے۔ اس کو صرف گرفتار کیا گیا، معطل کیا گیا اور انکوائری شروع کر دی گئی۔ یہ پتا کرنے کی ضرورت تھی کہ وہ کس کے کہنے پر یہ کام کر رہا تھا کہ ایک کانسٹیبل پچاس بوتل شراب کا کیا کرے گا۔ یہاں سوچنے کی اصل بات یہ ہے کہ جب وہ شعبہ اور وہ لوگ جو جرائم کی روک تھام کے لئے ہم نے رکھے ہوئے ہیں، ہم اپنا پیٹ کاٹ کر ان کو کروڑوں اربوں روپے کے فنڈز دے رہے ہیں اگر وہ جرائم کریں اور جس کام کو روکنے کے لئے انہیں رکھا گیا ہے وہی کام وہ خود کریں تو اس سے بڑی بدنصیبی اور کوئی ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر! اب ہمارے جو حالات ہیں اگر ہم نے اس میں بہتری کے لئے کوشش نہ کی تو میرا نہیں خیال کہ ہم زیادہ عرصہ تک امن و سکون سے رہ سکیں گے۔ اگر کوئی بندہ تھانے میں ایف آئی آر درج کرانے جاتا ہے تو پہلے دس لوگ ڈھونڈتا ہے کہ میں کونسلر ڈھونڈوں، ناظم ڈھونڈوں، ایم پی اے یا ایم این اے ڈھونڈوں جو میرے ساتھ تھانے جائے، مجھے وہاں لٹنے سے بچائے اور میری داد رسی ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں ایف آئی آر کو compulsory کرنا چاہئے کوئی بھی شکایت تھانے میں آئے تو اس پر ایف آئی آر لازمی درج ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اگر آپ لوگوں میں اتنی ہمت نہیں ہے، اتنی جرأت نہیں ہے کہ ایف آئی آر online کر سکیں تو کم از کم ہر ٹاؤن level پر ایک ایسا مانیٹرنگ سسٹم لگا دیں اور ایک اے ایس پی کو وہاں بٹھا دیں جو کہ online complaints سنے۔ جن جن کی تھانے میں شنوائی نہ ہو ان کے لئے 24 گھنٹے ایسے complaint centres کام کریں جن میں کم از کم لوگ اپنی درخواستیں دے سکیں اور اپنا مدعا بیان کر سکیں اور ان کی تکالیف کا ازالہ ہو سکے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ مجرموں کو تو ہر قسم کا اسلحہ رکھنے کی آزادی ہے انہیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت سے گزارش ہے کہ شریف شہری کے لئے لائسنس لینا اس وقت ناممکن ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ عام آدمی کو اسلحہ رکھنے کی اجازت دی جائے صرف اس شرط پر کہ متعلقہ تھانہ میں اس کا اسلحہ رجسٹرڈ ہو کوئی بھی شریف آدمی کبھی بھی بلاوجہ گولی نہیں چلائے گا۔

جناب سپیکر! ہمارا پولیس سٹرکچر اس طرح کا ہے کہ یہاں پولیس ملازمین کی ترقیوں اور تھانوں کی جو ضروریات ہیں ان پر بات نہ کرنا بھی ناانصافی ہو گی۔ ہم ان سے بہت توقعات کرتے ہیں اور یہ سمجھتے

ہیں کہ یہ جو غلط کام کر رہے ہیں اس میں حکومت بھی دو طرح سے ذمہ دار ہے وہ اس طرح کہ ایک طرف میرٹ کو پامال کر کے تعیناتیاں کی جاتی ہیں اور دوسری طرف ان کی جو جائز ضروریات ہوتی ہیں جیسے ایک تھانے کو جو فنڈز ملتے ہیں وہ انتہائی ناکافی ہوتے ہیں۔ان کے پاس گاڑیوں میں پٹرول ڈلوانے کے لئے پیسے نہیں ہوتے، سٹیشنری خریدنے کے لئے پیسے نہیں ہوتے اور نہ باقی معاملات طے کرنے کے لئے پیسے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بجلی کا بل جمع کرانے کے لئے بھی پیسے نہیں ہوتے وہ بھی اِدھر اُدھر سے لے کر ادا کرتے ہیں اس لئے کم از کم ہر تھانے کو اتنے فنڈز مہیا کئے جائیں کہ وہ اپنی جائز ضروریات مدعیوں اور ملزموں سے مانگنے کی بجائے حکومت کے فنڈز سے پوری کریں اور ان کو یہ نہ کہنا پڑے کہ اگر کسی مدعی نے کہیں چھاپہ ڈلوانا ہے تو یہ کہا جائے کہ پہلے گاڑی میں پٹرول ڈلوائیں اور اس کے بعد ہمارے کھانے کا بندوبست کریں پھر ہم چھاپہ مارنے جائیں گے۔ان چیزوں کو دور کرنے کے لئے گزارش ہے کہ تھانوں کو مناسب فنڈز دیئے جائیں، ان پر چیک اینڈ بیلنس رکھا جائے اور پولیس ملازمین کی تعیناتیاں اور ترقیاں ان کی کارکردگی پر کی جائیں نہ کہ ذاتی وفاداریوں پر کی جائیں۔اس وقت یہ ہو رہا ہے کہ پولیس افسر کو ریاست کے ساتھ وفادار ہونے کی بجائے شخصیات کے ساتھ وفادار رہنے پر زیادہ advantage ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عباسی صاحب! مجھے امید ہے کہ آپ جلد wind up کر دیں گے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اگر آپ کہتے ہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں وقت ہو گیا ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! آخری بات یہ ہے کہ پولیس افسران کو ذاتی وفاداریوں کو چھوڑ کر ریاست کا وفادار ہونا چاہئے۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب احمد خان بلوچ!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے بات کرنے کے لئے وقت دیا ہے۔یہ کوئی کہنے والی بات ہے اور نہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہے کہ ہمارا صوبہ ماشاءاللہ دوسرے صوبوں سے لاء اینڈ آرڈر کے معاملے میں ہر لحاظ سے بہت بہتر ہے۔انشاءاللہ ہمارے صوبہ پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا کہ جس طرح ہمارے وزیر اعلیٰ محنت کر رہے ہیں اور اچھے اچھے پولیس افسران، ڈی پی اوز اور آر پی اوز لگا رہے ہیں۔ان کی وجہ سے اور ان کی محنت سے اس وقت ہمارے صوبہ میں امن قائم ہو رہا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالکل کچھ نہیں ہو رہا ضرور کچھ نہ کچھ بقایا ہے لیکن باقی

صوبوں کی نسبت صورتحال بہت بہتر ہے اور جس طرح محنت ہو رہی ہے ہمیں امید ہے کہ لاء اینڈ آرڈر اور بہتر ہو گا۔

جناب والا! وقت تھوڑا ہے میں لمبی چوڑی تقریر کی بجائے چند تجاویز لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے دینا چاہتا ہوں۔ میری پہلی تجویز ہے کہ لوگ قیمتی گاڑیاں خرید کرتے ہیں تو ہر گاڑی میں ٹریکر ضروری کر دیں۔ ٹریکر کی وجہ سے اکثر گاڑیاں پکڑی گئی ہیں۔ جب ڈکیتی ہوتی ہے یا چوری ہوتی ہے تو ان گاڑیوں کے موقع محل کا پتا چل جاتا ہے کہ یہ کس ضلع اور کس صوبہ میں ہیں لہذا جس طرح گاڑیاں رجسٹرڈ ہوتی ہیں اسی وقت لازمی قرار دے دیں کہ جب تک گاڑی میں ٹریکر نہ لگا ہو وہ گاڑی رجسٹرڈ نہ ہو۔ اس سے ڈکیتی کی وارداتیں تقریباً ختم ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر سراغ رساں کتوں کا ایک نیا رواج آ گیا ہے۔ ان میں سے کئی کتے trained ہوں گے لیکن اب دیہاتوں میں یہ کاروبار بن گیا ہے کہ لوگ untrained کتے رکھ لیتے ہیں اور بے چارے شریف دیہاتی لوگوں کو لوٹنے کے لئے ہر آدمی نے دکان کھول رکھی ہے۔ وہاں لوگ ان کو لے آتے ہیں پیسے طے کرتے ہیں اور پھر یہ ہوتا ہے کہ کسی شریف آدمی سے جس کے بارے میں انہیں پتا ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہے۔ ان کے گھر کتے داخل کرا دیتے ہیں اور ان کا لڑائی جھگڑا اور لاء اینڈ آرڈر کم ہونے کی بجائے زیادہ ہو جاتا ہے۔ وہ چوری تو چوری رہی اس وجہ سے ایک اور لڑائی جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اگر سراغ رساں کتے ہیں تو ان کے مالکوں کو باقاعدہ لائسنس جاری کرایا جائے، جب تک ان کی training کا سرٹیفکیٹ نہ ہو اس وقت تک ہر آدمی کو یہ اجازت نہ دیں۔ اس طرح دیہاتوں میں لوٹ مار ہو رہی ہے اور لڑائی جھگڑے بڑھ رہے ہیں اس کو روکا جائے۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ ہمیشہ ایک رواج ہوتا تھا کہ ضلع میں تین سال سے زیادہ پولیس انسپکٹر یا سب انسپکٹر نہیں رہا کرتے تھے۔ وہ تین سال ایک ضلع میں رہتے تھے اور تین سال کے بعد انہیں دوسرے اضلاع میں ٹرانسفر کر دیا جاتا تھا کیونکہ زیادہ عرصہ ایک جگہ رہنے سے ان کی وہاں کے جرائم پیشہ لوگوں سے دوستیاں بن جاتی ہیں جو raid کامیاب نہیں ہونے دیتے وہ ڈکیتیاں trace نہیں ہونے دیتے اس لئے ہمیشہ ایک اصول ہوتا تھا کہ تین سال کے بعد ردوبدل ہوتی تھی۔ اب یہ ہے کہ پولیس انسپکٹر یا سب انسپکٹر دس دس سال، پانچ پانچ سال اور آٹھ آٹھ سال سے ایک ہی ضلع میں تعینات ہیں۔ آپ مہربانی کریں میرے خیال میں پہلے ہی اس طرح کی ایک پالیسی ہے۔ اس پالیسی پر عمل کرایا

جائے کیونکہ عمل نہیں ہو رہا۔ اس پالیسی پر عمل کرنے سے جرائم پیشہ لوگوں کو پکڑنے میں بہت آسانی پیدا ہو گی۔

جناب سپیکر! ایک بات اور بھی ہے کہ رسہ گیر لوگوں کو یعنی جس کے گھر سے جانور ثابت ہوتا ہے، چوری پکڑی جاتی ہے یا کچھ بھی ثابت ہوتا ہے تو ہوتا یہ ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب تک چوری کی چیز خرید کرنے والے کو سزا نہیں ملے گی اُس وقت تک یہ موٹر سائیکلیں، کاریں، بسیں، گھر کا سامان اور جانور چوری ہونے سے بند نہیں ہوں گے۔ سزا یہ بھی ہونی چاہئے کہ جس کے گھر بھی چوری کا سامان ہو گا تو وہ بھی نہیں بچ سکے گا کیونکہ خریدنے والے کو پتا ہوتا ہے کہ دس ہزار کا جانور یہ مجھے دو یا چار ہزار روپے کا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی پتا ہوتا ہے کہ یہ چوری کا ہے جسے وہ جان بوجھ کر خریدتا ہے جس سے چور کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ چور اس کو وہ جانور دے کر ہر دوسرے دن چوری کرتا ہے لہذا رسہ گیر کی چور سے بھی زیادہ سزا ہونی چاہئے جو چوروں کو پناہ دیتا ہے یا چوری کا مال خریدتا ہے۔

جناب سپیکر! جس طرح ضلع میں ہے اسی طرح میری یہ تجویز ہو گی کہ تھانے میں بھی ایک ایس ایچ او کو دو بار لگانے کے بعد تیسری مرتبہ اُس تھانہ میں نہ لگایا جائے کیونکہ تھانہ میں وہ دس دس مرتبہ ایس ایچ او لگتے ہیں اور پھر یہی ہوتا ہے کہ چھوٹے عملہ کی چوروں ڈکیتوں سے یاری ہوتی ہے اور جب raid ہوتا ہے تو وہ اُن کو موبائل پر فون کر دیتے ہیں کہ آج ہمارا چھاپہ ہے اور ہم آرہے ہیں جس کی وجہ سے ملزم trace نہیں ہوتے لہذا یہ بھی ضرور مہربانی کی جائے کہ دو بار سے زیادہ ایک ایس ایچ او کو ایک تھانے میں تعینات نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! میری یہ بھی گزارش ہے کہ ہمارا تھانہ گھیلیوال ضلع لودھراں 1991 سے بنا ہوا ہے اور میں آج بڑے افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ اس کی آج تک بلڈنگ نہیں بنی۔ پولیس والوں نے محکمہ انہار کے بنگلے پر قبضہ کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے محکمہ انہار والے پِٹ رہے ہیں کہ ہمارا قبضہ واپس دو۔ وہاں سرکاری رقبہ موجود ہے اس کے باوجود وہاں بلڈنگ نہیں بن رہی۔ اس حوالے سے بھی میری proposal ہے کہ وہاں پر بلڈنگ ضرور بنائی جائے تاکہ محکمہ انہار کو اپنی سرکاری بلڈنگ مل سکے۔ میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے یہ بھی ضرور کہوں گا کہ جہاں ہم پولیس والوں کی برائیاں پیش کرتے ہیں وہاں ہمیں اُن کی اچھائی بھی ضرور پیش کرنی چاہئے۔ ہم وزیر اعلیٰ صاحب اور آئی جی صاحب کے مشکور ہیں جو سادہ تو ضرور ہیں لیکن اُن کی دیانتداری اور ایمانداری پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ انہوں نے ہمیں آر پی او ملتان ڈویژن اور ڈی پی او لودھراں دونوں اتنے شریف اور اچھے انسان دیئے ہیں کہ

وہاں پر کوئی پرچی سسٹم نہیں ہے یا کوئی چِٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، ہر انسان کو انصاف مل رہا ہے اور ہر غریب آدمی اُن کو دعائیں دے رہا ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، ملک محمد احمد خان صاحب! صرف پانچ منٹ ہیں۔

ملک محمد احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ صورتحال بہت اچھی ہے لیکن کچھ measures ایسے ہیں جنہیں adopt کرنے کے بعد میرے خیال میں بہتری ہو سکتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے متعلقہ منسٹر سے یہ request کروں گا کہ جو amendments ہم نے during previous session کی تھیں ان کا یہ fallback لے لیں۔ جو transfer of investigations کا procedure پہلے پولیس آرڈر 2002 میں دیا گیا تھا اس کو جب ہم نے پچھلے اجلاس میں change کیا ہے تو ایک غلط practice adopt ہو گئی ہے۔ وہ مقدمہ جات جو مکمل طور پر چالان ہو کر عدالتوں میں زیر سماعت ہیں تو اب یہ ایک blanket power ڈی پی او سمیت ضلع میں موجود پولیس افسران اور اربابِ اختیار کے پاس ہے کہ وہ کورٹ کی اجازت بھی نہیں مانگتے اور investigation کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کے پاس چلتا رہتا ہے اور یہ کبھی بھی قانون کا مطمع نظر نہیں ہوتا کہ مدعی کو مطمئن کریں۔ قانون کا مطمع نظر ہمیشہ سے یہ ہوتا ہے کہ investigative process کے اندر evidence collect ہو and it should be submitted before the Court لیکن یہاں پر ایک sense prevail کر گئی ہے کہ پارٹیوں کی satisfaction ہو چاہے الزام علیہ پارٹی ہے یا مدعی پارٹی ہے۔ میں ایک data منسٹر صاحب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ضلع قصور میں میرے حلقہ میں تھانہ کھڈیاں میں درج کئے گئے 44 مقدمات میں سے جتنے مقدمے چالان کر کے عدالت بھیجے گئے اُن میں سے 33 مقدمہ جات وہ ہیں جن کی تفتیش بغیر عدالت کی اجازت کے دوبارہ شروع ہوئی۔ اب آپ ذرا خود اندازہ کریں کہ ایک مقدمہ جس میں دفعہ 379 کے ملزم کو چالان کر دیا گیا، evidence collect ہو گئی اور وہ چالان عدالت چلا گیا لیکن ڈی ایس پی صاحب اب دوبارہ سے تفتیش کر رہے ہیں یعنی ایک طرف trial چل رہا ہے اور ایک طرف investigation چل رہی ہے تو اس سے scheme of law فیل ہو جائے گی اور یہ CRPC کے بھی violated ہے لہذا ہماری submission یہ ہو گی کہ 36 اضلاع کے تمام DPO's سے ایک data collect کرائیں کہ اس ترمیم کے بعد جو change of investigation کی درخواستیں آئی ہیں وہ بھیجیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر رہوں گا کہ کس طرح

ممکن ہو گا کہ ایک مقدمہ جس میں collect evidence ہو گئی، recovery effect ہو گئی، چالان عدالت میں جمع ہو گیا، charge frame ہو گیا لیکن ایک نئی تفتیش چلے گی تو پھر کیا نتیجہ نکلے گا؟ اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا بلکہ ایک غلط practice ہے جو adopt ہو گئی ہے جس کو ابھی سے curve کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! میری دوسری submission یہ ہو گی کیونکہ بات ہو رہی ہے کہ اس وقت کون کون سے خطرات ہیں جو لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے ہیں؟ پولیس فورس by design ایک preventive force نہیں ہے۔ پولیس ہمارے ملک میں تب act کرتی ہے جب آپ کوئی FIR درج کرا دیتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم watch and ward کا ایک ماڈل لائے جس کو کوئی success نہیں ملی۔ ایک ایس ایچ او کے پاس اختیارات ہیں وہ as a Station House Officer مختلف چیزوں اور sectarian problems کو کنٹرول کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ٹھیکری پہرہ اور چوری روکنے کے لئے کچھ نہ کچھ ایسے معاملات ضرور ہیں لیکن at large پولیس کی functioning جو CRPC اور Rules میں دی گئی ہے اس کا maximum portion after the reporting ہے۔ پہلے پولیس اور citizens کے درمیان آپس میں liaison کی بنیاد پر کچھ بہتری لائی جا سکتی تھی مگر پنجاب کے اندر پولیس citizens liaison بالکل موجود نہیں ہے۔ ہمارے پاس میاں محمد شہباز شریف کے پچھلے دورِ حکومت میں مصالحتی کمیٹیوں کا ایک نظام بنایا گیا تھا جو میں سمجھتا ہوں کہ کچھ ڈویژنوں میں نافذالعمل ہوا لیکن کچھ میں بالکل نہیں ہوا۔ ہم بات micro level پر کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم micro level پر بات کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ یہ کسی طرح اس پولیس فورس کے بس کی بات نہیں ہے۔ ہم نے پولیس کو equip نہیں کیا، ٹریننگ نہیں دی، سہولیات اُن کے پاس میسر نہیں، اسلحہ اُن کے پاس نہیں، calls detail کا data روکنے کے لئے یا track کرنے کے لئے ان کے پاس سہولیات نہیں ہیں بلکہ اس کے لئے انہیں کسی ایجنسی کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح mobile Sims کو block کرنے کے لئے سہولت نہیں ہے۔ آج criminal trends کی study کرنے کے لئے ہماری یونیورسٹیاں فارغ ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کے اندر criminology subject نہیں پڑھایا جاتا۔ سرگودھا یونیورسٹی، ملتان کی بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی یعنی کسی بھی یونیورسٹی کے اندر criminology کا subject نہیں ہے کہ آپ وہاں سے Specialists trained کریں اور پتا چلے کہ آج جو نئے criminal trends ہیں جن کی بنیاد پر جرم کرنے والے لوگ آج جرائم کر رہے ہیں اُن

کی روک تھام کے لئے کیا کرنا ہے؟ آج اس پولیس فورس کو ذمہ دار قرار دینا نہیں بنتا بلکہ اس کے لئے میں اور آپ ذمہ دار ہیں کیونکہ جن نامساعد حالات میں وہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ the problem starts from the top کیونکہ نیچے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ایک ایس ایچ او کے پاس جب درخواست چلی جاتی ہے کہ وہ ایف آئی آر درج کرے تو اس کے ساتھ multiple problems ہیں کہ درخواست جھوٹی ہے، گواہ جھوٹے ہیں، جو تفتیش ہوگی کس طرح سے سرے چڑھے گی یعنی ان چیزوں کو curb کرنا بھی آپ کا اور میرا کام ہے۔

جناب سپیکر! اس مختصر وقت میں آپ نے مہربانی کرتے ہوئے مجھے موقع عنایت کیا ہے۔ ایک practically بات جو میں نے منسٹر صاحب کے سامنے رکھی ہے اُس کو please اپنے notice میں لیں۔ آج ہمارے پاس ڈکیتیوں کا ایک rising trend ہے کیونکہ شاہراہیں محفوظ نہیں ہیں، لوگوں کے گھر محفوظ نہیں ہیں اور دیہات محفوظ نہیں ہیں لہذا اس کو روکنے کا نظام پولیس کے پاس ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی ڈکیتی ہوتی ہے تو ذرا اس حوالے سے رپورٹ مانگ لی جائے اور دیکھ لیا جائے کیونکہ general discussion کے اندر normally ہوتا یہ رہا ہے کہ جب ہم اس ایوان کے اندر general discussion کرتے ہیں تو اس کے لئے ہم اپنی تجاویز دے دیتے ہیں، لاء منسٹر صاحب اُس پر اپنا جواب بھی دے دیتے ہیں لیکن ایک تکلیف دہ پہلو آج بھی سامنے ہے کہ جس crime کی وجہ سے ہم آج زیادہ effect ہو رہے ہیں وہ ڈکیتی کا number one جرم ہے۔ Highway robberies اس ماڈل کے ساتھ کنٹرول نہیں ہوئیں جو ہم Highway Police کے ذریعے کرنا چاہتے تھے جس کی وجہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ chain of command ٹھیک نہیں ہے۔ وہ لوگ ڈی پی او کے ماتحت نہیں بلکہ لاہور میں بیٹھے کسی ایڈیشنل آئی جی صاحب کے ساتھ ان کا direct link ہے، اُن کے ایس پی علیحدہ بیٹھتے ہیں اور ان کے اپنے معاملات ہیں تو Highways کو محفوظ کرنے کے لئے میری یہ بھی تجویز ہوگی کہ اگر Police Rules کے اندر یہ چیز شامل کر لی گئی ہے یا کوئی Highway Police Act بنایا گیا ہے جو بھی اس کا کوئی سلسلہ ہے تو کم از کم ان کا کوئی ایسا liaison بننا چاہئے جو پڑھا لکھا اور enacted ہو۔ جو متعلقہ اضلاع کے ڈی پی اوز ہیں، وہ ہائی ویز پولیس پر بھی اپنی کوئی نہ کوئی command رکھ سکیں۔

جناب سپیکر! اس ضمن میں تیسری درخواست یہ کروں گا کہ جو court نے trends settle کئے ہیں، آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ ایف آئی آر ہمارے criminal procedure کے اندر کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ جب ایف آئی آر درج کرانے کے لئے کوئی آدمی کسی

تھانے کے اندر جاتا ہے تو اس کے اپنے designs ہوتے ہیں۔ تفتیشی bound نہیں ہوتا۔ ذرا دیکھیں تو سہی کہ جب تک collect evidence نہیں ہوتا، یہ کیسا نظام ہے کہ مجھے law اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جب تک میرے خلاف کوئی شہادت نہ آئے تب تک مجھے گرفتار نہ کیا جائے۔ میری اس liberty کو curtail کیا جاتا ہے صرف wrong policing norms کی بنیاد پر کہ پرچہ درج ہو گیا ہے یا تو یہ ضمانت لے یا اسے گرفتار کرانا ہے ثبوت آئے یا نہ آئے۔ کل بھی دفعہ 182 کی بار بار بات ہوئی، اپوزیشن لیڈر نے بھی کہی، treasury benches سے بھی ہوئی اور میں بھی آپ کے سامنے بڑے زور کے ساتھ یہ درخواست کروں گا کہ دفعہ 182 کی کارروائی ناکافی کارروائی ہوتی ہے اور وہ لوگ جو صرف اس بنیاد پر سزا پاتے ہیں کہ ان کے خلاف پرچہ درج کر دیا گیا ہے تو اس practice کو بھی روکنا چاہئے۔ یہ تو آج کی پولیس کے بس میں ہے اور اس کے لئے ہم کوئی وسائل کی بات نہیں کر رہے اور اس کے لئے ہم کوئی ایسی demand نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر! یہ دیکھیں کہ کیسا جرم ہے کہ بکری چوری کے مقدمہ کی تفتیش بھی اسی ASI کے پاس، 302 کے مقدمہ کی تفتیش بھی اسی A.S.I کے پاس اور بنک ڈکیتی کی تفتیش بھی اسی ASI کے پاس ہے۔ Policing units ہونے چاہئیں، انہیں homicides specialist training دے کر بھیجیں کہ جو قتل کی تفتیش کریں، یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے۔ دونوں فریقین کی بالمشافہ گفتگو کرائی جاتی ہے۔ میں نے ایسی ایسی ضمنیاں پڑھی ہیں، آپ نے بھی ضرور دیکھی ہوں گی اور اس معزز ایوان کے اندر بیٹھے ہوئے بہت سے ممبران نے بھی دیکھی ہوں گی کہ بالمشافہ گفتگو کرائی گئی، دونوں پارٹیوں کو طلب کیا، طلبی کے نتیجے میں وہ حاضر ہوئے، یہ language ہے جو تفتیش کے نتیجے میں پولیس اپنی finding دے رہی ہوتی ہے، A.S.I جو اپنی finding دے رہا ہوتا ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: احمد خان صاحب! اسے wind up کر دیں۔

ملک محمد احمد خان: جناب سپیکر! یہ آخری منٹ ہے اور میں نے آپ سے پانچ منٹ مانگے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پانچ منٹ ہو گئے ہیں۔

ملک محمد احمد خان: جناب سپیکر! بس آخری منٹ ہے۔ یہ بالمشافہ گفتگو کرائی جا رہی ہے اور ہر تھانے کے اندر پچاس پچاس قرآن پاک اٹھوائے جا رہے ہیں۔ خدارا اسے روکیں، تفتیش کی بنیاد پر بات کریں کہ میں نے یہ collect evidence کیا ہے، یہ خون آلود مٹی پڑی تھی جو میں اٹھا کر لایا ہوں، یہ کارتوس

کے خول لایا ہوں اور یہ forensic evidence ہے، جیسے مہذب دنیا کرتی ہے، یہ قرآن پاک کی بنیاد پر تفتیش بند کرائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جناب احمد خان بھچر صاحب!

جناب احمد خان بھچر: شکریہ۔جناب سپیکر! پانچ منٹ میں مختصر سی بات ہی ہو سکے گی۔پولیس کے معاملے میں صوبہ پنجاب دوسرے صوبوں سے کافی بہتر جا رہا ہے اور ہم یہ تسلیم کریں گے کہ ہماری پولیس فورس کام کر رہی ہے، اگر اسے آزادانہ کام کرنے دیا جائے۔ پچھلے سیشن میں جب پولیس بل پیش ہوا تھا تو اس وقت بھی میں نے کچھ گزارشات کی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم نشاندہی کرتے رہیں اور حکومت کا اپنا کام ہے وہ اپنا کام کرتی رہے گی اور ہم اپنا فرض نبھاتے رہیں گے۔ جس طرح میرے بھائی ملک محمد احمد خان جو میرے ہم نام بھی ہیں، نے فرمایا ہے کہ rural Punjab ہو urban Punjab ہو، اس وقت تک پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تبدیلی نہیں آ سکتی جب تک ہم انہیں politicize نہ کریں اور ان پر اپنا سیاسی دباؤ برقرار نہ رکھیں۔

جناب سپیکر! تین مہینے نگران حکومت کے گزرے ہیں اور آپ district wise ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں کیونکہ میانوالی کا ضلع صوبہ KPK کے ساتھ لگتا ہے، adjacent ہے اور ادھر ہماری کچھ اپنی مجبوریاں ہیں۔ وہاں پر آپ ratio دیکھ لیں کہ کم از کم میرے ضلع، میں اپنے ضلع کی بات کروں گا کہ وہاں پر اس وقت crime کی شرح کافی کم ہو گئی تھی۔ ایک بات اور آپ سے عرض کروں گا جس طرح ملک صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک تفتیش وہی ASI کرتا ہے جو ایک بکری چوری کی کرتا ہے اور 302 کے مقدمہ کی بھی کرتا ہے۔ میں نے پہلے بھی یہ گزارش کی تھی کہ ان تجاویز کو صرف تجاویز نہ رکھیں بلکہ ان پر حکومت پنجاب سے غور کروائیں اور حکومت کو ان پر غور کر کے عملدرآمد کرنا چاہئے اور مقدمات کے حوالے سے تفتیش کا دائرہ کار تھوڑا سا different رکھیں۔ Joint investigation ٹیمیں بن رہی ہیں اور میں اس سے بالکل اتفاق کروں گا کہ جو مقدمات اس وقت عدالت میں ہیں، انہیں واپس لایا جا رہا ہے اور ان کی تفتیشیں ہو رہی ہیں تو اس حوالے سے آپ تھوڑا سا دیکھ لیں یا ریکارڈ منگوا لیں۔

جناب سپیکر! ایس ایچ اوز کے حوالے سے میں یہ نہیں کہوں گا کیونکہ بات پھر دوسری طرف چل پڑے گی کہ ایس ایچ اوز یا محکمہ پولیس، میں خود اس میں involve ہوں اور مجھے ذاتی طور پر پتا ہے کہ میرے اپنے تھانہ واں بھچراں ضلع میانوالی میں ایک ایس ایچ او کی transfer ہوئی ہے تو میں نے اپنے ڈی پی او سے گزارش کی کہ آپ لوگ جائیں اور اس کا سروے کریں۔ ڈی پی او میانوالی نے مجھ سے اتفاق

کیا کہ آپ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ایس ایچ او کی transfer ہوئی ہے اور within two hours یہ ریکارڈ پر ہے کہ ایس ایچ او کی transfer ہوئی ہے اور دو گھنٹے میں اس کی یہ transfer cancel ہو گئی ہے، صرف دو گھنٹے میں۔

جناب سپیکر! ہم اس بات پر نہیں جاتے کہ ہمارا کہنا مانا جائے لیکن پولیس کو politicize نہ ہونے دیا جائے۔آپ rural Punjab سے تعلق رکھتے ہیں، میں بھی rural Punjab سے تعلق رکھتا ہوں تو ہمارے area میں اگر آپ مقامی ایس ایچ او لگائیں گے تو اس سے خرابیاں پیدا ہوں گی۔ میں نے پچھلے سیشن میں بھی یہ عرض کیا تھا کہ مقامی ایس ایچ اوز کو district wise change کریں اور یہ پہلے ہوتا رہا ہے۔اگر ہمارے ملحقہ تھانے کا بندہ ہمارے تھانے میں ایس ایچ او لگا ہو گا تو وہ کوشش بھی کرے گا تو انصاف مہیا نہیں کر سکتا۔آپ investigation کے دو portion بنائیں۔ ہمارے پاس اس وقت بڑے اچھے افسر ہیں، پولیس نے دہشتگردی کے خلاف اپنی بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں لیکن ایک دفعہ پولیس کو آپ تھوڑا سا دباؤ سے نکالیں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمارے ضلع میانوالی میں تین چار پولیس آفیسر ایسے ہیں جنہیں آج بھی یاد رکھا جاتا ہے جن میں سے ایک چودھری شفیق یہاں لاہور میں سی سی پی او بھی ہیں۔ پچھلے 12/10 سالوں میں صرف تین چار پولیس آفیسر کیوں یاد رکھے جاتے ہیں، میں اس میں حکومت کو کوئی مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ ہمارے معزز منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اور ان کی یہ خاصیت ہے کہ جو یہ کام کرنا چاہیں وہ یہ کرتے ہیں۔ میں ان سے یہی گزارش کروں گا کہ آپ محکمہ پولیس میں کم از کم ایک تبدیلی یہ لائیں کہ مقامی ایس ایچ اوز بالکل نہ ہوں اور ان کا tenure مقرر کر دیں۔ میں آپ کے سامنے ایک اور گزارش کرتا ہوں کہ محرم الحرام گزرا ہے تو ادھر میانوالی میں ہمیں کسی بندے نے on board نہیں لیا حالانکہ ہم نے بہتری کرنی تھی۔ یہ پی ٹی آئی اور (ن) لیگ کے چکر سے نکل کر ہمیں اب کام کرنا چاہئے۔آپ کو ایک absolute majority مل چکی ہے، آپ کے پاس یعنی حکومت پنجاب کے پاس اس وقت کوئی excuse نہیں ہے۔ ملک صاحب نے جو باتیں کی ہیں، میں ان سے مکمل اتفاق کرتا ہوں لیکن پولیس politicize ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ انہیں اوپر سے orders ملتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اس حوالے سے بتا سکتا ہوں۔ تھوڑا سا انہیں آزاد کریں گے تو ہماری پولیس میں وہ guts ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان چیزوں پر وہ قابو پا سکتی ہے۔ میانوالی، بھکر، خوشاب اور سرگودھا کے علاقوں میں اگر انہیں آزاد کریں گے، میں ڈی پی اوز یا آر پی اوز کی سطح کے افسران کی بات میں نہیں کر رہا لیکن جو ہمارے

مقامی ایس ایچ اوز ہیں، میرے حلقہ میں پچھلے پانچ مہینوں میں تین ڈی ایس پی تبدیل ہو چکے ہیں تو اب وہ ڈی ایس پی کیا خاک کام کریں گے ؟ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہماری پولیس کام کر سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں آپ سے ایک منٹ اور لوں گا کہ ہماری پولیس کو اگر کام کرنے دیا جائے، politicize نہ کیا جائے اور میں معزز منسٹر سے بھی آپ کے توسط سے یہ گزارش کروں گا کہ ان باتوں کو صرف تجاویز کی حد تک نہ رکھیں بلکہ ان تجاویز پر عملدرآمد کروائیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا صوبہ پنجاب بہتری کی طرف جائے گا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ اب میں شیخ اعجاز صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے ایک اہم موضوع پر discussion کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ پوری دنیا میں جو بھی حکومتیں کام کر رہی ہیں ان کی اوّلین ترجیح لاء اینڈ آرڈر ہے۔ حضرت ابراہیم نے جب اپنی امت کے لئے دعا کی تھی تو انہوں نے باقی دعائیں بعد میں کیں اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یا اللہ میرے اس خطے کو امن کا گہوارہ بنادے اور وہ بڑی جامع دعا تھی اور اسے امن کا گہوارہ بنانے کی دعا کا مقصد یہ تھا کہ جب کسی خطے میں، صوبے یا ملک کے اندر Rule of Law ہوگا تو اس کے نتیجے میں امن ہوگا اور جب امن ہوگا تو پھر روزگار ہوگا، جب روزگار ہوگا تو پھر قوم خوشحال ہوگی اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ بڑی جامع اور مشہور دعا کی تھی۔ صوبہ پنجاب ہو، صوبہ خیبر پختونخواہ ہو یا کوئی اور صوبہ ہو گورنمنٹ کا یہ highly concern ہوتا ہے کہ وہ اپنی عوام کو سستا انصاف اس کی دہلیز تک پہنچائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے پولیس ڈیپارٹمنٹ پر جتنی محنت کی ہے اور جس طرح اس کو بہترین professional خطوط پر استوار کرنے کے لئے day and night کام کیا جا رہا ہے۔ وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے پولیس پر شروع سے ہی یہ question mark رہا ہے کہ وہ کبھی ظالم ہے اور کبھی مظلوم ہے۔ پولیس کی دو جہتیں ہیں "پولیس فورس" بھی ہے" اور "پولیس سروس" بھی جب "پولیس فورس" بنتی ہے تو وہ آہنی ہاتھوں سے نپٹتی ہے ان عوامل کے خلاف جو معاشرے میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو خراب کرتی ہے۔ وہ "سروس" اس وقت بنتی ہے جب وہ شہریوں کو facilitate کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب میں اس وقت پولیس "فورس" اور "سروس" کا جو concept ہے اس پر بڑی محنت کی جا رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ حالیہ محرم الحرام کے ان دنوں میں جب پورے پاکستان کے اندر اور

صوبہ پنجاب کے اندر بڑاthreat تھا۔ ہمارے صوبہ کے 36 اضلاع ہیں ان 36 اضلاع میں ماسوائے راولپنڈی کے کہ جہاں پر ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جس پر آج توجہ دلاؤ نوٹس پر محترم لاء منسٹر نے بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی۔اس سلسلے میں جوsecurity measures لئے گئےاور یہاں پر میرے ایک فاضل دوست عارف عباسی صاحب نے اپنے توجہ دلاؤ نوٹس پر کہا تھا کہ لاء اینڈ آرڈر میڈیا کی شاندار کارکردگی کی بنیاد پر کنٹرول ہوااس میں گورنمنٹ کی کوئیeffort نہیں ہے۔ میں میڈیا کےrole کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ میڈیا نےno doubt محرم الحرام کے دنوں میں بڑا ذمہ دارانہrole play کیا لیکن پنجاب حکومت کی جوefforts ہیں وہ بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔صوبہ پنجاب میں ہم تمام ممبران قومی وصوبائی اسمبلی محرم الحرام کے ان دس ایام میں اپنے اپنے حلقہ میں رہے ہیں۔ہم نے پنجاب پولیس کے نوجوانوں کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کے ساتھ انتہائیliaison کا مظاہرہ کیا اور اپنے اہل تشیع بھائیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔Towns level پرmeetings ہوئیں اور میاں محمد شہباز شریف نے پورے پنجاب میں کمشنر آفس کے اندر ویڈیو لنک کے ذریعے تمامofficials سے خطاب کیااور وہاں پر تمامstakeholders بھی موجود تھے۔گورنمنٹ کی طرف سے بڑا شاندار مظاہرہ کیا گیا۔یہی وجہ ہے کہ وزیراعلیٰ کے وژن کی وجہ سے اور اُن کیcommitment کی وجہ سے صوبہ پنجاب کے اندر اللہ کے فضل سے مثالی امن رہا۔

جناب سپیکر!میں نہ صرف وزیراعلیٰ پنجاب بلکہ لاء منسٹر کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جب راولپنڈی کا وہ واقعہ ہوگیا تو محترم لاء منسٹر تمام دن وہاں پر موجود رہے اور تمامstakeholders کو ساتھ لے کر وہ کام کیا جو ایک ذمہ دار شخص کو کرنا چاہئے تھا۔میں اس حوالے سے اُن کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔آج میں ٹریژری بنچوں پر بیٹھا ہوں جب میں اُس طرف بیٹھا تھا تو میری گفتگو کچھ اور تھی۔اگر آج میں ان کو پوریspace دوں تو میں بالکلbias ہو کر بات نہیں کروں گا۔اگر پولیس کے نظام میں اور پولیس کیpolicing میں خامیاں ہیں تو ہمارے نوجوانوں نے شہادتیں بھی پیش کی ہیں۔ مجھے بتائیں کہ کس ملک میں ہوتا ہے کہ ایک بیرئیر پرbomb blast ہو اور وہاں پر لاشیں اٹھائی جارہی ہوں ابھی لاشیں ہسپتال تک بھی نہ پہنچیں تو پولیس فورس کے نوجوان پھر اتنی ہی تعداد میں آکر اسی بیرئیر پر ڈیوٹی دیں؟ یہ کیمرے کی آنکھ نے دکھایا ہے اور جسے صوبہ پنجاب کی عوام نے بھی دیکھا ہے۔

جناب سپیکر!اب میری گفتگو کا دوسرا part ہے اس سلسلے میں میری دو تین suggestions ہیں۔یہاں پر لاء منسٹر تشریف فرما ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان پر غور کر لیا جائے تو اس سے خاطر خواہ تبدیلی آ سکتی ہے۔ایک تو ہمارے districts level پر CPO اور RPO ہاؤسز ہیں جو ایکڑز پر مشتمل ہیں، پوری دنیا میں horizontal type of construction ختم ہو چکا ہے اب vertical buildings بن رہی ہیں میری یہ suggestion ہے کہ ان ہاؤسز کو sale کر کے Employees Housing Society بنائی جائے۔ پولیس جو ہماری field force ہے انسپکٹر، سب انسپکٹر، اے ایس آئی اور کانسٹیبلوں کو مکان فراہم کئے جائیں تاکہ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ ہماری چھت نہیں ہے اور ہمارا گزارا نہیں ہوتا اسی لئے وہ رشوت ستانی کی طرف جاتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! ٹائم ہو گیا ہے ذرا wind up کر لیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میری اس سلسلے میں دو تجاویز بڑی اہم ہیں۔ ہماری سوسائٹی میں جو انارکی ہے ہمیں قانون میں دو تبدیلیاں لانی پڑیں گی۔ میں لاء منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا یہ ضرور note فرمائیں۔ ایک ہوائی فائرنگ ہے اس کے اوپر S-337-2 عرصہ دراز سے لاگو ہو رہی ہے۔ ایک شخص ہوائی فائرنگ کرتا ہے چونکہ یہ bailable offence ہے اس لئے اگلے دن وہ مچلکے دیتا ہے اور گھر آ جاتا ہے اس لئے اس کو non bailable offence declare کیا جانا چاہئے۔ دوسری تجویز ناجائز اسلحہ کی روک تھام ہے جس کی وجہ سے ڈکیتیاں اور چوریاں ہو رہی ہیں۔ ناجائز اسلحہ کو روکنے کے لئے 13-20-65 attract ہوتی ہے وہ بھی bailable offence ہے اس کو بھی non bailable بنایا جائے۔ جب تک ہم اس کو non bailable نہیں بنائیں گے اس وقت تک ناجائز اسلحہ کا راستہ نہیں رُک سکتا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ میاں طارق محمود!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ میاں خرم جہانگیر وٹو!

میاں خرم جہانگیر وٹو: شکریہ۔ جناب سپیکر! یقیناً یہ بڑا اہم موضوع ہے جس پر یہاں بحث چل رہی ہے۔ حکومتی اور اپوزیشن بنچوں کی طرف سے بھی بہت مفید آراء لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کے حوالے سے سامنے آ رہی ہیں۔ میں اپنی بات کا آغاز کچھ اس طرح سے کروں گا کہ:

راہ زن ہیں راہبروں کے بھیس میں
ہم لٹے اپنوں سے اپنوں کے دیس میں

اپنے لٹ جانے کا غم نہ تھا
غیر سے لٹے پردیس میں
پھر بھی کہتے ہیں کہ محافظ پنجاب ہیں
ہم نہیں کہتے کہ ہم آزاد ہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میری گزارش ہوگی کہ۔۔۔

وزیر انسانی حقوق اور اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میں نے ایک چھوٹی سی بات کرنی ہے۔۔۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میری بات تو مکمل ہونے دیں۔۔

وزیر انسانی حقوق اور اقلیتی امور (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میں وٹو صاحب کی خدمت میں ایک شعر پیش کرنا چاہتا ہوں کہ:

اکثر دھوکا دے جاندے نے شکلوں ویکھے جاچے لوگ
سانوں آکے راہواں دسن اپنے گھروں گواچے لوگ

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! ابھی تو آغاز کیا ہے تھوڑا حوصلے اور صبر سے ہی کام چلے گا۔ جب ہم لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہیں، صوبے میں امن عامہ کی بات کرتے ہیں تو یقیناً یہ صرف Law Enforcement Agencies کا کام نہیں ہے، یہ صرف پولیس کا کام نہیں ہے، یہ صرف Intelligence اداروں کا کام نہیں ہے بلکہ جب تک حکومت میں will نہیں ہوتی، جب تک ریاست میں طاقت نہیں ہوتی، جب تک پارلیمنٹ میں طاقت نہیں ہوتی، جب تک ریاستی ادارے مضبوط نہیں ہوتے اس وقت تک آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ Law Enforcement Agencies کمزور ہیں۔ چاہے ہم حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں ہوں یہ کمزوریاں اگر سیاستدانوں میں ہوں گی، یہ کمزوریاں اگر حکومت میں ہوں گی تو یقیناً اس کا اثر پولیس ڈیپارٹمنٹ اور Law Enforcement Agencies پر بھی پڑتا ہے۔ اب اگر خالی یہ بات کی جائے کہ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں خامیاں ہیں، میں یہاں پر تنقید برائے تنقید کا قائل نہیں ہوں۔ اگر حکومت نے اچھے کام کئے ہیں تو ہمارا کام اس کی تعریف کرنا بھی ہے اور اگر حکومت میں کوئی کمزوریاں ہیں تو اُس کی نشاندہی بھی کرنا ہے۔ اگر ہم نشاندہی ہی نہیں

کریں گے تو ہمارے جو معزز وزراء اور وزیراعلیٰ پنجاب بیٹھے ہیں اور حکومت چلا رہے ہیں تو کیسے ان کی بہتری ہو گی۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اگرچہ باتیں تھوڑی تلخ ضرور ہوں گی لیکن شاید اس تلخی میں بھی حکومت کی بہتری ہو، عوام کی بہتری ہو اور اپوزیشن کی بہتری ہو۔ پہلی بات یہ ہے کہ مسلم لیگ (ن) کا پنجاب میں یہ دوسرا دور حکومت ہے۔ ان کو پانچ سال پہلے بھی حکومت ملی، عوام نے ان کو mandate دیا اور ہم نے تسلیم کیا۔ اب میں بطور ممبر پیپلز پارٹی یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جعلی اور بناوٹی mandate ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب لاء اینڈ آرڈر پر آجائیں تو زیادہ بہتر ہو گا

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! یہ ساری چیزیں interlinked ہیں حکومتی ادارے تب تک کام نہیں کر سکتے جب تک پارلیمنٹ مضبوط نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ یہ ایک فرضی حکومت معرض وجود میں آگئی ہے اور ہم نے accept کر لی کیونکہ ہم جمہوریت کو derail نہیں کرنا چاہتے لیکن اب آگے صورتحال کیا ہے؟ آگے صورتحال یہ ہے کہ وزراء ہمارے بھائی اور ہماری بہنیں ہیں لیکن سوائے چند وزراء کے کتنے وزراء کی اس ایوان میں دلچسپی ہے؟ میں شاباش کہوں گا رانا ثناء اللہ خان صاحب اور دوسرے ہمارے بھائیوں کو جو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے ساری حکومت کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے لیکن کیا ساری حکومت کی ذمہ داری ہمارے ان معزز وزراء پر ہے، باقی وزراء اور ممبران کہاں ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب wind up کریں، ٹائم ختم ہو گیا ہے

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میری گزارش ہو گی کہ کچھ تجاویز ہیں۔ آپ مجھے اس پر موقع دیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کی کوئی تجاویز ہیں تو لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان سے مل کر تجاویز دے دیں۔ لسٹ بہت لمبی ہے اور سارے ممبران بیٹھے ہوئے ہیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آپ مجھے دو منٹ دے دیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بس ایک منٹ میں wind up کریں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! مال چوری کی صورتحال یہ ہے کہ بکری چوری ہو جائے تو اس پر بھی وہی دفعہ 379 لگتی ہے اور اگر گاڑی چوری ہو جائے تو اس پر بھی وہی دفعہ لگتی ہے۔ مال کی قیمت کے لحاظ سے categories نہیں کی گئیں تو اس پر حکومت کو کہوں گا کہ اس کو categories کیا

جائے،F-1,F-2یا جو بھی دفعات اس میں add کی جائیں تو اس سے کافی بہتری ہو سکتی ہے۔یہاں پر ڈکیتیاں ہو رہی ہیں اور اقدام قتل ہو رہے ہیں۔ ہمارا عدالتی نظام اس طرح سے بہتر انداز میں کام نہیں کر رہا جس طرح سے کرنا چاہئے اس کے لئے میں مشورہ دوں گا کہ جس طرح KPK میں موبائل کورٹس کا آغاز کیا گیا ہے اگر پنجاب میں بھی موبائل کورٹس کا آغاز کیا جائے تو اس سے کافی حد تک بہتری ہو گی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں فرقہ واریت کے سلسلے میں ضرور اس ایوان کو اعتماد میں لینا چاہوں گا کہ 1993 سے 1995 تک پاکستان پیپلز پارٹی کی اتحادی حکومت باقاعدہ قانون سازی کر کے تمام علماء اور مشائخ پر مشتمل پنجاب میں ایک کونسل بنائی اور کابینہ نے فیصلہ کیا کہ اسلحے کی نمائش نہیں ہو گی اور اگلے ہی دن پیپلز پارٹی کے کسی معزز بندے نے violation کی تو اس کو پکڑ کر اندر کر دیا گیا اور آپ کو یاد ہو گا کہ اعجاز الحق صاحب نے بھی violation کی تھی اور وہ بھی گرفتار ہوئے تھے۔ اس طرح سے wall chalking کا بھی قانون موجود ہے، اسی طرح سے لاؤڈ سپیکر پر بھی پابندی کا قانون موجود ہے لیکن اس پر عملدرآمد کس نے کرنا ہے ؟حکومت نے کرنا ہے تو یہ حکومت willpower دکھائے اور اس پر پابندی نافذ کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب!بہت شکریہ۔مزید کوئی تجویز ہے تو آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر ان کو دے سکتے ہیں۔انشاء اللہ اس پر غور کیا جائے گا۔

میاں خرم جہانگیر وٹو:جناب سپیکر!کالعدم تنظیموں کے خلاف بھی پنجاب حکومت کارروائی کرے اور یہ تب ہو گا جب ہمارے معزز وزیر اعلیٰ صاحب اس ایوان کو اہمیت دیں گے ،یہاں بیٹھیں گے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اب طارق گل صاحب کو عوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی بات کریں۔ میاں صاحب! بہت شکریہ۔آپ تشریف رکھیں اور اپنی تجاویز لکھ کر لاء منسٹر کو دے دیں۔طارق گل صاحب!آپ کے پاس پانچ منٹ ہیں۔

جناب طارق مسیح گل:جناب سپیکر!بہت شکریہ کہ آپ نے آج مجھے لاء اینڈ آرڈر پر بات کرنے کی اجازت دی۔ پاکستان کے اندر نہیں کہہ سکتا بلکہ پوری دنیا میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال جس طریقے سے چل رہی ہے ہر ذی ہوش انسان اس سے واقف ہے۔مگر میں اپنے رب العزت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس صوبے میں ہم لوگ رہتے ہیں وہاں کا جو administrator ہے ،وہاں کے جو حکومت کے سربراہ ہیں،پنجاب حکومت کے administrator خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف جس

طریقے پنجاب حکومت کی administration چلا رہے ہیں اور جس طریقے سے انہوں نے اس ذمہ داری کو سنبھالا ہوا ہے ان کو appreciate کرنا ہر ذی ہوش انسان کا فرض ہے۔ آج یہاں پر پاکستان کے اندر جب چار صوبوں کا موازنہ کیا جاتا ہے تو آپ دیکھ لیں کہ تین صوبے ایسے ہیں جہاں پر روزانہ TV پر slide چلتی ہے اور یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں صوبہ میں اتنے لوگوں کو kidnap کیا گیا ہے، فلاں صوبہ میں اتنے لوگوں کو قتل کیا گیا ہے اور اتنے پولیس افسروں کو شہید کیا گیا ہے تو میں اپنے صوبہ پنجاب کی بات کرتا ہوں کہ یہاں پُر امن، سلامتی اور خوشحالی کی لہر کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم اپنے خادم اعلیٰ پنجاب کو appreciate نہ کریں۔

جناب سپیکر! یہاں پر اپوزیشن کی بنچوں پر بیٹھے ہوئے میرے بھائی اور بہنیں اپنی speeches میں یہ کہہ رہے ہیں کہ پنجاب کی لاء اینڈ آرڈر کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں تو میں ان کی توجہ KPK کی حکومت کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ کوہاٹی گیٹ پشاور کے سانحہ کی بات کرنا یہاں پر بنتی ہے کہ وہاں پر لوگ عبادت گاہ میں عبادت کر رہے تھے، اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز تھے آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے اپنے رب کے سامنے اپنی مناجاتیں اور فریادیں لے کر اس عبادت گاہ میں موجود تھے تو وہاں پر جب یہ خودکش حملہ ہوا، وہاں پر جب بچوں، بیٹیوں، ماں اور بہنوں اور نوجوانوں کو خون میں لت پت کر دیا گیا تو اس وقت کے وزیر اعلیٰ صاحب وہاں ٹائم پر نہیں پہنچے۔ خدانخواستہ پھر کہتا ہوں خدانخواستہ وہاں پر میرے خادم اعلیٰ پنجاب ہوتے تو وہ شیر ببر کی طرح وہاں پہنچتے اور لوگوں کے زخموں پر مرہم پٹی ضرور کرتے اور یہ بھی بات کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مجھے پتا ہے کہ ان کو تکلیف ہوگی جب سچائی کی بات کرتے ہیں تو اس وقت تکلیف ہوتی ہے۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب طارق مسیح گل: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب کوئی انسان سچائی کی بات کرتا ہے تو سچ کہنے سے اور سچ بولنے سے ان کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس تکلیف کے لئے میرے پاس dose ہے اور میں dose دینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر کوئی شخص اس ملک میں انسانیت کی بھلائی کے لئے کام کرے گا وہ چاہے طارق گل ہو، چاہے آپ ہوں، چاہے عمران خان صاحب ہوں، میرے قائد میاں محمد نواز شریف ہوں یا میاں محمد شہباز شریف ہی کیوں نہ ہوں جو کام کرے گا اس کی تعریف کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ چاہے اس کا تعلق کسی بھی پارٹی، کسی بھی فرقے اور کسی بھی مذہب سے ہی کیوں نہ ہو۔ پاکستانی ہونے کی حیثیت سے اس پاکستان کی سالمیت، خوشحالی اور امن کے لئے جو بھی کام کرے گا اس کی محنت کو

سراہنا ہم سب کا فرض ہے۔ خادم اعلیٰ پنجاب ایسے خادم اعلیٰ ہیں جو انسان سے پیار کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں رنگ، نسل، زبان، مذہب یا فرقے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ وہ پاکستان کو ایسا دیکھنا چاہتے ہیں جیسا میرے قائداعظم محمد علی جناح دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کو ایک بڑا اور خوشحال ملک بنائیں۔

جناب سپیکر! آخر میں، ایک بات کہہ کر میں اپنی بات ختم کروں گا کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے وزیر قانون گنڈاپور صاحب جب اس صوبے میں شہید ہوتے ہیں تو یہاں سے محترم وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر انسانی حقوق واقلیتی امور جناب خلیل طاہر سندھو وہاں جاتے ہیں جو لوگ شہید ہو گئے ان کے ساتھ جو لوگ زخمی ہوتے ہیں ان چھ آدمیوں کو ساتھ لے کر صوبہ پنجاب میں آتے ہیں، ان کا علاج کروانے کے بعد ان کے لواحقین کے لئے تسلی، تشفی اور اطمینان کا چشمہ بن کر ان کے سامنے رہتے ہیں اور ان کے دُکھ درد میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹی مثالیں نہیں ہیں، ان مثالوں کو یاد رکھئے۔ پنجاب میں رہنے والوں میں آپ سب کو یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگ پولیس کی منفی سوچ کو دیکھتے ہیں لیکن ان کے جو اچھے کارنامے ہیں ان کو بھی دیکھیں جب کسی حادثے میں کوئی پولیس افسر شہید ہوتا ہے تو اس کو بھی salute کرنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب طارق مسیح گل: جناب سپیکر! آخر میں، میں صرف یہ کہوں گا کہ پنجاب حکومت ہی وہ واحد حکومت ہے جو پورے پاکستان کی سالمیت، خوشحالی اور امن کے لئے دن رات محنت کرتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سردار شہاب الدین خان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب امجد علی جاوید!

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! شکریہ

کہاں ہے ارض و سماء کا مالک کہ چاہتوں کی رگیں کُریدے
ہوس کی سُرخی رُخ بشر کا حسین غازہ بنی ہوئی ہے
کوئی مسیحا اِدھر بھی دیکھے کوئی تو چارہ گری کو اُترے
اُفق کا چہرہ لہو سے تر ہے زمین جنازہ بنی ہوئی ہے

جناب سپیکر! آج ہم امن وامان کی صورتحال پر بحث کر رہے ہیں۔ آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم پارٹی سے ہٹ کر اس وقت جو زمینی صورتحال نظر آ رہی ہے جس سے ہم روز گزرتے ہیں اس کو اس

ایوان کے اندر لائیں جب تک مرض کی تشخیص نہیں ہوگی اس وقت تک اس کا علاج بھی ممکن نہیں ہے۔ آج گلی گلی میں مقتل سجے ہوئے ہیں۔آج ہماری شاہراہیں محفوظ ہیں نہ ہمارے گھر محفوظ ہیں۔ اگر راتوں کو ڈاکے پڑتے ہیں تو دِن میں بھی گھر لٹتے ہیں۔ اگر شام کو گلیوں میں پھیری لگا کر آنے والا لوٹا جاتا ہے تو صبح سیر کے لئے نکلنے والی عورتوں کے کانوں سے بھی بالیاں نوچی جاتی ہیں۔ یہ وہ تلخ حقیقت ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے جس پر ہم نے بات کرنی ہے اس کو صرفِ نظر کرنا صرف خود فریبی ہو سکتی ہے۔آج اسلحہ اُٹھا کر چلنا، اسلحہ کی نمائش کرنا اور جرائم کرنا فیشن کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو اس وقت معاشی صورتحال ہے وہ جرائم میں اضافے کی وجہ ہے۔ چھوٹے جرائم کی حد تک تو آپ یہ بات کر سکتے ہیں لیکن کیا منشیات فروشوں کو اور قتل کرنے والوں کو بھی روزگار کا مسئلہ درپیش ہے؟ آج جو صورتحال ہمارے سامنے ہے اس کے لئے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس کی وجوہات کیا ہیں اور پھر ان کا حل پیش کرنا ہوگا۔ جو وجوہات میری نظر میں آتی ہیں، میرے پیش رو مقرر بھی بات کر رہے تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میاں محمد شہباز شریف نے پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر کرنے کے لئے اور نظم ونسق بہتر کرنے کے لئے دن رات کوشش کی ہے اور ہمارا پیٹ کاٹ کر پولیس فورس کو تمام وسائل مہیا کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کی تنخواہوں میں ڈبل سے زیادہ اضافہ کیا ہے لیکن اس تمام محنت کے نتائج نہیں آئے، کیوں بہتری نہیں آئی؟ آج بھی وہی کلچر ہے جو تنخواہیں بڑھنے سے پہلے تھا، آج بھی وہی صورتحال ہے آج بھی جرائم روکنے کی بجائے ان کے ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے کیونکہ جب جرم ہوگا تو پھر سے رشوت حاصل کرنے کا ذریعہ ہاتھ آجائے گا۔ جرائم کی شرح چھپانے کے لئے اس بات کا سہارا لیا جاتا ہے کہ ایف آئی آر کا اندراج نہ ہو۔آج اس بات پر زور نہیں دیا جا رہا کہ انسدادی کارروائیاں کی جائیں، صرف جرائم کی شرح چھپانے کی بات ہوتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف تو سزا و جزاء کا نظام بہتر کیا جائے۔ جرم بڑھنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ معاشرے میں لوگ دیکھتے ہیں کہ جرم کرنے والے کو کوئی سزا نہیں مل رہی ہے۔ ہمارے نظام انصاف میں بہتری کی ضرورت ہے، پراسیکیوشن نظام کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے آج لوگوں میں یہ خوف نہیں ہے کہ جرم کرنے پر سزا ملے گی۔ جب پولیس سے بات کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنی جان پر کھیل کر ایک قاتل کو پکڑ کر لاتے ہیں تو وہ عدالتوں سے چھوٹ جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میری ایک تجویز ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے تجاویز دے دیں۔ایوان کا وقت مزید دو منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میری submission ہو گی کہ پولیس فورس کے سزا و جزاء کے نظام کو بہتر کیا جائے کیونکہ سو، سو مرتبہ معطل ہونے والا پولیس افسر tenure based promotion کی وجہ سے promote ہو جاتا ہے۔ فوج میں تو لوگ میجر کے rank تک جا سکتے ہیں جن کی اپنی کارکردگی نہیں ہوتی وہ ترقی نہیں پاتے لیکن پولیس میں ایسا کوئی نظام نہیں ہے چاہے سری لنکا کی ٹیم پر حملہ کے وقت جو لوگ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی کرکے wind up کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں بس wind up کر رہا ہوں۔ میری یہ گزارش ہے کہ پولیس فورس کی ترقیوں کا جو سلسلہ ہے اس کو ان کی کارکردگی کے ساتھ منسلک کیا جائے صرف time based promotions پر نہ رکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ مہربانی۔ جتنے مقررین رہ گئے ہیں، جو ایوان میں موجود ہیں کل ان کو لاء اینڈ آرڈر پر بحث کرنے کا موقع دیا جائے گا لہذا اب اجلاس جمعۃالمبارک مورخہ 6۔دسمبر 2013 صبح 9:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔